فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد:۱۹)

کلمہ طیبہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

سے محبت اور اس کے تقاضے

تالیف:

ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

ترتیب، تخریج واضافہ حافظ حامد محمود الخضری

تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

فہرست مضامین

باب دوم ....: انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں شرک کی مذمت

باب سوم: ...... شرک کے نقصانات

باب چہارم: ...... اسبابِ شرک

باب پنجم: ...... شرکیہ عقائد اور قرآن کریم کی روشنی میں ان کا جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِينُهٗ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ، وَمِنْ سَيِّاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾﴾ (آل عمران : ۱۰۲)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿١﴾﴾ (النساء : ۱)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾﴾ (الاحزاب : ۷۰-۷۱)

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ ." وَبَعْدُ!

قارئین کرام! ایک انتہائی مفید، جامع حسین مرقع آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ ہمارے قابل احترام دوست اور بھائی ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی اور الشیخ الحافظ حامد محمود الخضری حفظہما اللہ کی ''کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے محبت اور اس کے تقاضے'' نامی کتاب ہے۔

ایک حدیث میں ان لوگوں کے لیے جنت میں داخلے کی بشارت موجود ہے جنھیں وقت مرگ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ پڑھنے کی توفیق میسر آ گئی۔ (صحیح مسلم، جامع ترمذی، مسند احمد)

”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ سب سے بڑا کلمہ توحید ہے جو صرف آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی ہی ضمانت نہیں بلکہ دنیا کی فلاح، سعادت و سیادت، غلبہ وحکمرانی اور استحکامِ معیشت کا علمبردار ہے۔ فلاح کا یہ پروگرام تو رسول اللہ ﷺ نے کوہِ صفا پر دی گئی اپنی پہلی دعوت جو صرف عقیدہ توحید کے اپنانے پر مشتمل تھی میں پیش فرما دیا تھا: ((قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا .))

جناب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((أُصِيْكَ بِقَوْلِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنَّهَا لَوْ وُضِعَتْ فِي كِفَّةِ الْمِيْزَانِ، وَوُضِعَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ فِي كِفَّةٍ لَرَجَحَتْ بِهِنَّ .)) (الادب المفرد، مسند البزار، كتاب الزهد لأحمد)

”میں تجھے ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ پر سختی کے ساتھ کاربند رہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اگر ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں، اور ”لا إله إلا اللّٰه“ دوسرے پلڑے میں، تو ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ وزنی ثابت ہوگا۔“

ایک حدیث جو حدیث بطاقہ کے نام سے معروف ہے، کا مضمون یہ ہے کہ ایک بندہ کے ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ اقرار و اعتراف اور شرک سے بچے رہنے کی برکت سے گناہوں کے ننانوے رجسٹر ہلکے اور ماند پڑ گئے۔ کلمہ توحید کے مذکورہ فضائل ومحاسن کے برعکس شرک کی بڑی مذمت و شناعت بیان ہوئی ہے، چنانچہ شرعی نصوص سے یہ ثابت ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے، شرک کے مرتکب کے لیے گناہوں کی بخشش اور توبہ کی قبولیت کی کوئی صورت اور گنجائش نہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

(النساء: ٤٨)

”بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔“

شرک کرنے والے پر علی الاطلاق جنت کا داخلہ حرام ہے، شرک کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جھونک دیا جائے گا:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝﴾ (المائدہ: ۷۲)

اور پھر کبھی باہر نہ نکل سکے گا:

﴿وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝﴾ (البقرہ: ۱۶۷)

شرک کرنے والا مغضوب اور ضال ہے، شرک کرنے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے لعنت و پھٹکار کا مستحق ہے، شرک کرنے والے شخص کا ہر چھوٹا، بڑا شرک اللہ تعالیٰ کی غیرت کو للکارنے کے مترادف ہے، شرک کرنے والا شخص انسان ہونے کے باوجود دنیا کی ہر مخلوق سے، حقیر سے حقیر کیڑے سے اخس، ارذل اور احقر ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝﴾، ﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝﴾

قارئین! کلمہ توحید پڑھانے، سکھانے، سمجھانے، عمل کرنے اور کرانے، اور اس کے ساتھ ساتھ توحید کی ضد یعنی شرک کی بیخ کنی کرنے، نیز ارض اللہ اور اللہ کے بندوں کے قلوب و اذہان کو اس کی غلاظتوں، نجاستوں اور نحوستوں سے پاک صاف کرنے کے لیے ہر دور میں انبیاء و رسل تشریف لاتے رہے۔ انبیاء کی اس مقدس و پاکیزہ جماعت کی ہر ہستی نے بلا استثناء توحید کی دعوت کو اپنا اولین و آخرین مشن بنالیا، اور یہی رب کائنات کا امر بھی تھا:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ﴾ (النحل: ۳۶)

”اور ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ہر طاغوت

سے بچو۔"

اس مقدس سلسلے کی آخری کڑی امام الانبیاء، اکرم الخلائق، سید ولد آدم محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، جن کی پوری کی پوری حیات طیبہ اور سیرتِ مطہرہ کلمہ توحید "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی دعوت سے عبارت ہے۔ چنانچہ کوہِ صفا سے ((قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا .)) کی صدائے توحید بلند ہوئی، اور پھر بلد امین، مکہ مکرمہ کی پوری دعوتی زندگی اس عظیم کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی دعوت و پرچار میں صرف کی، بلکہ مدینہ منورہ ایسی عظیم مقدس سلطنت کا قیام بھی "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی دعوت و تبلیغ کی خاطر تھا۔ یاد رہے کہ پورے عالم میں دو سلطنتیں ایسی ہیں جو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی خاطر قائم ہوئیں۔ ایک مدینہ منورہ اور دوسری مملکت خداداد پاکستان ہے۔

یاد رہے کہ تا روزِ قیامت مدینہ منورہ قائم و دائم رہے گا، اس میں ایمان والے موجود رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَارِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا .))

(صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینة، رقم: ١٨٧٦)

"بے شک ایمان مدینہ کی طرف سمٹ جائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل میں سمٹ کے گھس جاتا ہے۔"

اور اسی طرح ملک پاکستان جو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی خاطر بنایا گیا، قائم و دائم رہے گا اس کو دشمنانِ اسلام دنیا کے نقشے سے ختم نہیں کر سکتے۔

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸﴾ (الصف: ٨)

یہی وجہ ہے کہ اس فانی کائنات کی بقاء کلمہ توحید "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور کلمہ گو اہل توحید کے ساتھ مشروط ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ .))

''یعنی اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اس زمین میں اللہ اللہ کرنے والے موجود ہیں۔''

توحید کا عقیدہ تو وہ فطری عقیدہ ہے جو ایک چیونٹی کے علم میں تھا، رسول اللہ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کے دور کی چیونٹی کا ذکر فرمایا ہے، جو اپنی پشت کے بل لیٹی ہوئی، اپنے ہاتھوں پاؤں کو آسمان کی طرف دراز کیے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے التجائیں کر رہی تھی: ((اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَلْقٌ مِنْ خَلْقِكَ وَلَيْسَ بِنَا غِنًى عَنْ سُقْيَاكَ .)) ''اے اللہ! ہم بھی تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور ہمیں بھی پانی کی ضرورت ہے۔'' (لہٰذا ہمیں عطا فرما دے)

مقام غور ہے کہ چیونٹی نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اسے ہی پکارا اور اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا وسیلہ پیش کیا، جو کہ توحید کی معرفت کا پہلا نکتہ ہے، اس وسیلہ سے دعا کس قدر تیزی کے ساتھ شرف استجابت وقبولیت حاصل کر لیتی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فوراً فرمایا: ((اِرْجِعُوْا فَقَدْ سُقِيْتُمْ بِدَعْوَةِ غَيْرِكُمْ .)) ''اے لشکر والو! جلدی لوٹ چلو، ایک دوسری مخلوق (چیونٹی) کی دعا قبول ہو چکی ہے اور اس کی دعا کی بدولت تم بھی سیراب کر دیے جاؤ گے۔''

جن لوگوں کے عقیدہ توحید میں دراڑ ہے وہ تو اس چیونٹی سے بھی گئے گزرے ہیں، مشرکین مکہ سے اگر ان کا تقابل کیا جائے تو یہ کس صف میں کھڑے دکھائی دیں گے؟

حضرات! ہمارے عزیز دوستوں کی زیر نظر تالیف سے توحید کی ضرورت و اہمیت واضح ہوتی ہے اور ساتھ میں شرک کی شناعت وقباحت بھی عیاں ہوتی ہے۔ اس کتاب کی تالیف کا سبب بھی یہی ہے۔

یہ کتاب صرف کتاب وسنت کے دلائل پر قائم ہے، اور یہی اصل علم ہے، اس کتاب میں کلمہ طیبہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی عظمت و اہمیت وفضیلت اور اس کلمہ کی دعوت فکر کی فرضیت

جیسے اہم موضوع انتہائی مؤثر طریقے سے ذکر کیے گئے ہیں۔ پھر شرک کے نقصانات واضح کیے اور بہت سے وہ امور ذکر کیے جن کا لوگ عبادت سمجھ کر ارتکاب کر رہے ہیں، حالانکہ وہ شرکیہ اُمور ہیں، مثلاً: شرکیہ دم جھاڑے، غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا، نذریں اور منتیں ماننا، غیر اللہ سے استغاثہ و استعانت کرنا، انبیاء و صالحین کے حوالے سے یا ان کی قبروں کے تعلق سے غلو کا ارتکاب کرنا، غیر اللہ سے شفا طلب کرنا، انبیاء و اولیاء کو غیب دان جاننا وغیرہ وغیرہ بہت سے شرکیہ امور پر قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ تنبیہ فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالہ ہر خاص و عام کے لیے انتہائی مفید ہے۔ خصوصاً آج کے دور کی بڑی اہم ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں ساتھیوں کو اس دینی خدمت پر اجر جزیل عطا فرمائے اور یہ مبارک سلسلہ ہمیشہ جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور اس کتاب کو اپنے بہت سے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے اور اس قابل کر دے کہ یہ روزِ قیامت ان کے میزانِ حسنات میں جگہ پا لے۔

انه سميع قريب مجيب الدعوات ، وأُصلي وأُسلم على نبيه محمد وعلى آله وصحبه واهل طاعته أجمعين .

وكتبه

عبد اللہ ناصر رحمانی

۲۰۱۲-۱۱-۲۲م

باب اوّل

کلمہ لا الہ الا اللہ کا معنی اور اہمیت وفضیلت

لا الہ الا اللہ کا معنی:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا معنی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں۔" "لَا" نفی جنس کا ہے کہ جس نے تمام معبودانِ باطلہ کی نفی کردی۔ اور "اِلَّا" کلمہ استثناء ہے کہ جس نے ایک اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات کر دیا۔

یاد رہے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے انتہائی ضروری امر ہے کہ پہلے بندہ تمام معبودانِ باطلہ کا انکار کرے، اور پھر اکیلے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کرے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾﴾

"پس جو کوئی طاغوت کا انکار کر دے گا، اور اللہ پر ایمان لے آئے گا، اُس نے درحقیقت ایک ایسے مضبوط کڑے کو پوری قوت کے ساتھ تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا، اور اللہ بڑا ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل: ٣٦)

"اور ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ہر طاغوت سے بچو۔"

تشریح:...... حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے کیا خوب لکھا ہے: ''توحید عبادت میں قرآنِ حکیم کا طریقۂ بیان یہی ہے کہ نفی کو اثبات کے ساتھ جوڑا ہے، چنانچہ ہر غیر اللہ کی عبادت کی نفی کرتا ہے اور ہر قسم کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت کرتا ہے اور یہی حقیقت توحید ہے، نہ تو محض ''نفی'' توحید ہے اور نہ محض ''اثبات'' ہے، نفی اور اثبات دونوں جمع ہوں گے تو توحید کا مکمل معنی حاصل ہوگا اور یہی ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی حقیقت ہے۔''[1]

شیخ الاسلام محمد تمیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک طاغوت کا انکار نہ کیا جائے، یہی معنی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ﴾''[2]

یاد رہے کہ سورۂ ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ کا بھی یہی مضمون ہے۔

کلمہ لا الہ الا اللّٰہ کی اہمیت:

جنابِ آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک جتنے انبیاء مبعوث ہوئے اور جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان سب کا ایک ہی پیغام تھا، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لیے صرف اسی کی عبادت ہونی چاہیے۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی بہت ساری آیتوں میں بیان کیا ہے۔ انہی میں سے سورۃ الزخرف آیت (۴۵) ہے:

﴿وَ سْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَ جَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾﴾ (الزخرف: ٤٥)

''اور آپ ہمارے اُن رسولوں سے پوچھ لیجیے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ دوسرے معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔''

[1] بحوالہ: توحید إله العالمین، از عبد الله ناصر رحمانی: ۱/۸۱.

[2] توحید اله العالمین: ۱/۱۰۰.

اور سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۲۵﴾﴾ (الانبیاء: ۲۵)

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

اور سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا:

﴿یُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِکَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ﴿۲﴾﴾ (النحل: ۲)

''وہ اپنے فیصلہ کے مطابق فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اُتارتا ہے، اور انھیں حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو اس بات سے آگاہ کردو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس تم لوگ مجھ سے ڈرتے رہو۔''

سیّدنا نوح علیہ السلام کی دعوت:

سیّدنا نوح علیہ السلام نے بعثت کے بعد اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور معبودانِ باطلہ کی عبادت سے روکا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۵۹﴾﴾

(الاعراف: ۵۹)

''ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا، تو انھوں نے کہا کہ اے میری قوم! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، میں تمہارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

سیّدنا ہود علیہ السلام کی دعوت:

سیّدنا ہود علیہ السلام بھی اپنی قوم کی طرف آئے تو انھوں نے اپنی قوم کو توحید الہ العالمین کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۶۵﴾ (الاعراف: ٦٥)

''اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا، اس نے کہا، اے میری قوم! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تو کیا تم لوگ پرہیزگار نہیں بنو گے۔''

سیّدنا صالح علیہ السلام کی دعوت:

سیّدنا صالح علیہ السلام اسی قوم کے ایک شریف خاندان سے تھے، اللہ تعالیٰ نے انھیں اس قوم کی ہدایت کے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا، انھوں نے اپنی قوم کو تمام انبیاء کی طرح توحید کی دعوت دی:

﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۳﴾ (الاعراف: ٧٣)

''اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا، اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس کھلی دلیل آ چکی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو اللہ نے تمہارے لیے بطور نشانی بھیجی ہے، تم لوگ اسے چھوڑ دو اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے، اور کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ، ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔''

سیّدنا شعیب علیہ السلام کی دعوت:

سیّدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی طرف بلایا اور شرک سے ڈرایا، اور جو دوسری اخلاقی اور اجتماعی بیماریاں ان میں پائی جاتی تھیں ان کی برائی بیان کر کے ان سے باز آ جانے کی ترغیب دلائی، اور انھیں اللہ کی یہ نعمت یاد دلائی کہ ان کی تعداد بہت کم تھی تو اللہ نے ان کی نسل میں برکت دی اور وہ کثیر تعداد میں ہو گئے:

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾﴾

(الاعراف : ۸۵)

''اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی دلیل آ چکی ہے، پس تم لوگ ناپ اور تول سے پورا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو، اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد نہ پیدا کرو، اگر تم لوگ مومن ہو تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔''

سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت:

جہاں آپ سے قبل تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام کی بعثت کا مقصد، توحید ربانی کی دعوت تھا، وہاں ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بھی معبودِ واحد کی عبادت اور شرک کی مذمت و مخالفت پر مشتمل تھی۔ چنانچہ سیّدنا ربیعہ دیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے عہد جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوقِ ذوالمجاز میں اعلان فرماتے دیکھا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا .))❶

''اے لوگو! ''لا الہ الا اللہ'' کہہ دو، کامیاب ہو جاؤ گے۔''

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انھیں ارشاد فرمایا: ''یقیناً آپ اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس جا رہے ہو، لہٰذا سب سے پہلے آپ انھیں ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی دینے کی دعوت دیں (اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت دیں) پس اگر وہ اس بات کو تسلیم کر لیں تو آپ انھیں بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کر رکھی ہیں، اگر وہ اس بات کو مان لیں تو پھر انھیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ کو فرض کر رکھا ہے جو کہ صاحب ثروت لوگوں سے لے کر فقرأ کو دے دیا جائے، پس اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کر لیں تو آپ ان کے پاکیزہ مالوں سے بچیں اور تم مظلوم کی بددعا نہ لینا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔''❷

سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن فرمایا کہ: ''کل میں ایسے شخص کو خیبر کا جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح عطا فرمائے گا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات بھر سوچتے رہے کہ یہ جھنڈا کسے دیا جائے گا؟ صبح سویرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سب کو یہ اُمید تھی کہ وہ جھنڈا اسے دیا جائے گا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ ان کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی طرف آدمی بھیج کر انھیں بلا لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب

❶ مسند احمد : ٣٤١/٤، رقم : ١٨٩٠٥۔ الأحاد والمثانی، رقم: ٩٦٣۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، رقم: ١٤٥٨۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ١٢١.

دہن لگایا اور دعا فرمائی، جس سے وہ فوراً صحت یاب ہو گئے جیسے انھیں درد تھا ہی نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انھیں جھنڈا عطا کیا اور ارشاد فرمایا کہ نہایت خاموشی سے نکلو اور (یہودیوں کی) بستی (خیبر) میں ہی جا کر رکو پھر انھیں اسلام کی دعوت دو اور دین اسلام میں ان پر جو اللہ کے حقوق عائد ہوتے ہیں ان سے انھیں باخبر کر دو، اللہ کی قسم! تمہارے ذریعے اللہ تعالیٰ صرف ایک شخص کو دین کی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔“ [1]

کلمہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی ستر (۷۰) سے زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سے افضل ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہنا ہے۔ [2]

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس نے ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کا ارادہ کیا اور اسی پر مرا، وہ جنت میں داخل ہوگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: خواہ زنا کیا ہو، خواہ چوری کی ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں! خواہ زنا کیا ہو، خواہ چوری کی ہو۔“ [3]

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ثابت ہے کہ سیّدنا نوح علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی: میں تمھیں ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں، اس لیے کہ یہ ساتوں آسمان اور زمینیں اگر ترازو کے ایک پلڑے میں ہوں اور ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ دوسرے پلڑے میں ہو تو ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کا پلڑا بھاری ہوگا اور اگر ساتوں آسمان اور زمینیں ایک حلقہ کی شکل میں ہوں تو ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ انھیں توڑ کر ریزہ ریزہ کر دے۔ [4]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۲۱۰۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ۲۴۱۶.

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۵۸۴.

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۲۷۳.

[4] مسند احمد، رقم: ۶۵۹۴۔ الادب المفرد للبخاری، رقم: ۵۴۸۔ مستدرك حاکم: ۴۸/۱۔ امام حاکم نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی گواہی نہ دے دیں۔ اور مجھ پر اور جو شریعت میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان نہ لے آئیں جب وہ ایسا کرلیں گے تو اپنا خون اور مال مجھ سے بچالیں گے الا یہ کہ اس گواہی کے کسی حق کو پامال کردیں اور اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے لے گا۔ ❶

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ سچے دل سے ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کہتا ہے، تو اس کے لیے آسمان کے دروازہ کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جاتا ہے بشرطیکہ گناہوں سے بچتا رہے۔'' ❷

کلمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا ذکر:

ذکر الٰہی تمام نیکیوں سے بڑی نیکی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (العنکبوت: ٤٥)

''اور اللہ کا ذکر تمام نیکیوں سے بڑا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے:

((كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ .)) ❸

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر لمحہ اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔''

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو بھی یہی نصیحت فرمائی کہ اُس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے:

((لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ .)) ❹

❶ صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم: ١٢٥.
❷ صحيح سنن ترمذی، رقم: ٢٨٣٩.
❸ سنن ترمذی، رقم: ٣٣٧٥۔ سنن ابن ماجه، رقم: ٣٣٧٥۔ امام ترمذی نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔
❹ صحيح مسلم، كتاب الحيض، رقم: ٨٢٦.

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کثرت سے اپنا ذکر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴾

(الاحزاب: ٤١)

''اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو۔''

اور نبی معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه .)) [1]

''سب سے بہترین ذکر کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' ہے۔''

فائدہ:...... ذکر الٰہی کے وہ طریقے اور وہ حرکات وسکنات جو گمراہ صوفیا نے ایجاد کر لیے ہیں، جن کا ثبوت صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ کرام سے نہیں ملتا، بدترین بدعت ہیں۔ وہ تسبیحات جن کا ثبوت قرآن وسنت سے نہیں ملتا، مثلاً نماز کے بعد بآواز بلند ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا ذکر، دل پر ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی ضربیں لگانا، حلقے بنا کر بیٹھ جانا اور سری یا جہری ذکر میں بزعم خود مشغول ہونا، پاتی مار کر اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ جانا اور دعویٰ کرنا کہ اللہ کا تصور دل و دماغ میں بسایا جا رہا ہے۔ ''حق ہو'' کے نعرے لگانا، یہ اور اس قسم کے افعال وحرکات کا مشروع ذکر الٰہی سے کوئی تعلق نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

((مَنْ اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ .)) [2]

''ہر وہ کام جس کا ثبوت ہماری شریعت میں نہیں ملتا، وہ مردود ہے۔''

چاہے وہ کوئی عقیدہ ہو، کوئی نظریہ ہو، کوئی قول وعمل ہو، اور چاہے ذکر کے خودساختہ طریقے ہوں، سبھی کچھ مردود ہے اگر قرآن وسنت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اگر کوئی شخص زندگی بھر مراقبہ میں بیٹھا رہ جائے اور اس زعم باطل میں مبتلا رہے کہ وہ اللہ کی یاد میں مشغول

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٣٨٣۔ امام ترمذی نے اسے ''حسن غریب'' اور محدث البانی نے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ٢٦٩٧.

ہے، لیکن اس کے اس عمل کا ثبوت قرآن وسنت سے نہیں ملتا، تو اس کی ساری محنت بے کار ہے، بلکہ روزِ قیامت وبالِ جان بن کر اُس کے سامنے آئے گی۔

مزید برآں سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے پروردگار! مجھے ایسی چیز سکھا جس کے ساتھ میں تجھے یاد کروں؟ اور تجھے پکاروں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! کہو ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے اللہ! یہ تو تیرے تمام بندے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہو۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مجھے کوئی خصوصی چیز سکھاؤ! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ان کے اندر تمام چیزوں سمیت ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں، اور ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یہ اکیلا ان سے وزنی ہو جائے گا۔“ [1]

کلمہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کی شروط

کلمہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کی چند شروط ہیں، جن کی موجودگی میں کلمہ کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ جنت کی چابی نہیں ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں! لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں، اگر تو دندانوں والی چابی لے کر آئے گا تو دروازہ تیرے لیے کھل جائے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔ [2]

بعض سلف نے ان شروط کو ایک شعر میں پرو دیا ہے:

عِلْمٌ يَقِيْنٌ وَإِخْلَاصٌ وَصِدْقُكَ مَعَ
مَحَبَّةٍ وَإِنْقِيَادٍ وَالْقُبُوْلُ لَهَا

(1) علم:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] صحیح ابن حبان، رقم: ٦١٥٨۔ ابن حبان نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، تعلیقاً قبل حدیث: ١٢٣٧.

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (محمد : ۱۹)

''پس تم جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں۔''

اس آیت مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اکیلے معبود ہونے کا علم رکھنا انتہائی ضروری ہے، تبھی انسان معرفت الٰہی حاصل کر کے اس اکیلے کی عبادت کر سکتا ہے اور شرک سے بھی بچ سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) [1]

''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ جانتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

توحید کا علم حاصل کرنا بڑی فضیلت کا حامل ہے۔ حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یقیناً اللہ کے مقربین فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لیے اپنے پر (ادب) کے رکھ دیتے ہیں، اس جہان فانی میں ہر چیز اس طالب علم کے لیے دعا گو رہتی ہے، حتیٰ کہ مچھلیاں پانی میں اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتی رہتی ہیں۔'' [2]

(2) یقین:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے یہ گواہی دی کہ:

((أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) [3]

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں، اور میں (محمد) اللہ کا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۴۳۔ مسند احمد: ۱/۶۵، ۶۹.

[2] سنن ابو داؤد، کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۱۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۳۸.

رسول ہوں، اور پھر جس نے ان دونوں گمراہیوں میں شک نہیں کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘

اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ وَهِيَ تَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَرْجِعُ ذٰلِكَ إِلٰى قَلْبٍ مُوْقِنٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا .)) [1]

’’جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ یقین کے ساتھ گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کردے گا۔‘‘

(3) اخلاص:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝٢ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝٣﴾

(الزمر: ۲تا۳)

’’اے میرے نبی! بے شک ہم نے یہ کتاب آپ پر دین حق کے ساتھ نازل کی ہے، پس آپ اللہ کی بندگی، اس کے لیے دین کو خالص کرکے کرتے رہیے، آگاہ رہیے کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لیے ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا غیروں کو دوست بنایا (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں، بے شک وہ لوگ جس حق بات میں آج

[1] مسند احمد: ۲۲۹/۵۔ سلسلہ احادیث الصحیحہ، رقم: ۲۲۷۸.

جھگڑتے ہیں اس بارے میں اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا، بے شک اللہ جھوٹے اور حق کے منکر کو راہِ حق کی ہدایت نہیں دیتا۔''

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

((مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا مِّنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) [1]

''جس شخص نے اخلاص قلب کے ساتھ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

(4) صدق:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳﴾

(الزمر: ۳۳)

''اور جو سچی بات لے کر آیا، اور جن لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی وہی لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ کی روشنی میں پتا چلا کہ انسان کے اندر ایسا صدق ضروری ہے جو کذب کے سراسر منافی ہو۔

چنانچہ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کے ساتھ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

((أَنَّ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صَادِقًا بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) [2]

''یقیناً جس شخص نے صدق دل سے گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم الحدیث: ۲۳۵۵۔

[2] مسند احمد: ۴۰۲/۴، رقم الحدیث: ۱۹۵۹۷۔

((مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ .)) [1]

''جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دے گا۔''

(5) محبت:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱﴾ (آل عمران : ٣١)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔''

تشریح:...... حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''یہ آیت کریمہ اُن تمام لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور طریقہ محمدی پر گامزن نہیں ہوتے جب تک آدمی اپنے تمام اقوال و افعال میں شرع محمدی کا اتباع نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے دعوے میں کاذب ہوتا ہے۔'' [2]

بعض سلف کا کہنا ہے ؎

تَعْصِیْ الإِلٰهَ وَأَنْتَ تَزْعُمُ حُبَّهُ
هٰذَا الْعمری فِی الْقِیَاسِ شَنِیْعُ

[1] صحيح بخاری، كتاب العلم، رقم: ١٢٨.
[2] تفسير ابن كثير: ٤٧٢/١، طبع مكتبه قدوسيه.

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَ طَعْتَهُ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعُ [1]

"تو اللہ کی نافرمانی کرکے اس سے اظہار محبت کرتا ہے، اللہ کی قسم! یہ تو بہت بُری بات ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اس کی فرمانبرداری کرتا، کیونکہ محبّ، محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔"

امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

((اَلْمَحَبَّةُ فِي اللّٰهِ مِنْ وَاجِبَاتِ الْإِسْلَامِ وَفِي الْكِتَابِ الْعَزِيْزِ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرہ: ١٦٥).)) [2]

"اللہ کی محبت واجبات اسلام سے ہے کیونکہ کتاب عزیز میں فرمان باری تعالیٰ ہے: اور مومنین اللہ سے سب سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔"

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((وَأَصْلُ الْعِبَادَةِ وَتَمَامُهَا وَكَمَا لُهَا هُوَ الْمَحَبَّةُ، وَإِفْرَادُ الرَّبِّ سُبْحَانَهُ بِهَا فَلَا يُشْرِكِ الْعَبْدُ بِهِ فِيْهَا غَيْرَهُ.)) [3]

"اصل عبادت، اور عبادت کو تمام اور کمال بنانے والی چیز محبت ہے، پس اکیلے اللہ سے محبت کی جائے، اس کی محبت میں کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((فَالْإِلٰهُ هُوَ الَّذِيْ يَأْلَهُهُ الْقَلْبُ بِكَمَالِ الْحُبِّ وَالتَّعْظِيْمِ وَالْإِجْلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ.)) [4]

---

[1] جامع العلوم والحکم، ص: ٣٩٧.
[2] بحوالہ: شرک کے چور دروازے، ص: ١٠٦۔
[3] إغاثة اللهفان: ٢/١٨٣.
[4] رسالة العبودية، ص: ١٢ في مجموعة التوحيد، طبع دمشق سنه ١٩٦٢۔ شرک کے چور دروازے، صفحہ: ٤٠۔

''پس الٰہ وہ ذات ہے کہ جس کے ساتھ دل انتہا درجے کی محبت رکھتے ہوں انتہا درجے کی تعظیم اور اجلال واکرام کرتے ہوں، اور انتہا درجے کا خوف ورجاء بھی اسی سے رکھتے ہوں، اور ایسے ہی تمام اُمور اسی سے متعلق رکھتے ہوں۔''

اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((تَأْلَهُهُ الْخَلَائِقُ مَحَبَّةً وَتَعْظِيمًا وَخُضُوْعًا وَفَزْعًا إِلَيْهِ فِيْ الْحَوَائِجِ وَالنَّوَائِبِ .)) [1]

''الٰہ سے مراد وہ ذات ہے کہ دل جس کی محبت میں بے قرار ہوتے ہوں، اسی کی جلالت شان سے مرعوب ہوں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہوں، اسی کے سامنے ذلت، خضوع اور خوف سے پیش آتے ہوں، اسی سے امیدیں باندھتے ہوں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہوں۔''

(6) تابعداری اور اطاعت شعاری:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾ (الزمر: ٥٤)

''اور تم سب اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو، اور اُسی کی اطاعت و بندگی میں لگے رہو، اس سے قبل کہ تم پر عذاب نازل ہوجائے، پھر کسی کی جانب سے تمہاری مدد نہ کی جائے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''قرآن وسنت اور اجماع کے ذریعے یہ بات ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اللہ نے بندوں پر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو فرض کیا ہے، اوامر ونواہی میں اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس اُمت پر کسی کی اطاعت کو فرض نہیں

[1] التفسیر القیم، ص: ٣٣، طبع سنہ ١٩٤٩۔ شرک کے چور دروازے، ص: ٤٠۔

کیا ہے، اسی لیے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں جب تک اللہ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم لوگ میری اطاعت نہ کرو۔ تمام علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، اسی لیے بہت سے ائمہ کرام نے کہا ہے کہ ہر آدمی کی کوئی بات لی جائے گی اور کوئی چھوڑ دی جائے گی سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور یہی وجہ تھی کہ فقہی مذاہب کے چاروں مشہور اماموں نے لوگوں کو یہ بات میں اپنی تقلید کرنے سے منع فرمایا تھا۔'' [1]

(7) قبول کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۳۵ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝۳۶﴾

(الصافات : ۳۵تا۳۶)

''اُن سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو کبر وغرور کا اظہار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک مجنون شاعر کی باتوں میں آکر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

((مَنْ قَبِلَ مِنِّیْ الْكَلِمَةَ الَّتِیْ عَرَضْتُهَا عَلَى عَمِّیْ فَرَدَّهَا عَلَیَّ فَهِیَ لَهُ نَجَاةٌ .)) [2]

''جس شخص نے مجھ سے وہ کلمہ قبول کرلیا جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا اور اس نے انکار کردیا، تو وہ اس کی نجات کا باعث ہوگا۔''

---

[1] شرک کے چور دروازے، ص:۱۱۲۔

[2] مسند احمد: ۱/۶۔ تاریخ بغداد: ۱/۲۷۲۔ شیخ شعیب نے اسے شواہد کی بنا پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' پر کاربند رہنے کے فوائد وثمرات

کلمۂ طیبہ کی مثال اس ہرے بھرے لہلہاتے خوبصورت درخت کی ہے جس سے بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی ہے، جس کے پھل بہت ہی لذیذ اور مفید ہوتے ہیں، اور جس کی جڑیں زمین میں اتنی گہری ہوتی ہیں کہ اس کے اکھڑنے کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ ایک مکمل اور مفید درخت ہوتا ہے، اس کا پھل عمدہ اور مفید ہوتا ہے، اور ہر موسم میں تیار ہوتا رہتا ہے، کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٥﴾﴾

(ابراھیم: ٢٤ تا ٢٥)

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کی کیسی مثال دی ہے، وہ اس عمدہ درخت کے مانند ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوط ہو، اور جس کی شاخ آسمان ہو، جو اپنے ربّ کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ'' پر کاربند رہنے کے بہت سے فوائد وثمرات ہیں، ان میں سے چند ایک کا بیان درج ذیل کی سطور میں آرہا ہے:

(1) ثابت قدمی:

جب انسان کلمہ کو قبول کرلے اور طاغوتی طاقت کا انکار کردے، تو گویا اس نے دین کی اصل اور بنیاد کو مضبوطی سے تھام لیا، یعنی اسے ثابت قدمی نصیب ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾﴾ (البقرہ: ۲۵۶)

''دین میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور نہ کیا جائے، ہدایت گمراہی سے الگ اور نمایاں ہو چکی ہے، پس جو کوئی طاغوت کا انکار کر دے گا، اور اللہ پر ایمان لے آئے گا، اُس نے درحقیقت ایک ایسے مضبوط کڑے کو پوری قوت کے ساتھ تھام لیا، جو کبھی نہیں ٹوٹے گا، اور اللہ بڑا ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

کلمہ حق کی قبولیت سے ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔ جن کے دلوں میں کلمۂ طیبہ کی محبت رچ بس جاتی ہے، آزمائش کے وقت ان کے پائے استقلال میں تزلزل نہیں آتا۔ اور قیامت کے دن بھی جب ان سے ان کے دین وعقیدہ کے بارے میں سوال ہوگا تو میدانِ محشر کی ہولناکیوں سے متاثر ہو کر ان کی زبانیں نہیں لڑکھڑائیں گی۔ ارشاد فرمایا:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾﴾

(ابراهيم: ۲۷)

''اللہ ایمان والوں کو دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں حق بات یعنی کلمۂ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے، اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے، اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

بخاری ومسلم اور اہل سنن نے سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یوں بیان فرمایا ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [1]

(2) امن وسکون:

اہل ایمان امن وسکون کے حق دار ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾﴾ (الانعام: ۸۲)

''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا انہی کے لیے امن ہے اور وہی راہِ راست پر ہیں۔''

(3) مغفرت:

کلمۂ طیبہ کا صدقِ دل سے اقرار کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آئے اور مجھ سے اس حال میں ملے کہ کسی کو میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو تو میں روئے زمین کے برابر تجھے مغفرت عطا کروں گا۔ [2]

ایسے ہی کتاب التوحید میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے کتاب التوحید میں یہ باب قائم کیا ہے "باب فضل التوحيد وما يكفر من الذنوب"...... ''یعنی توحید کی فضیلت کا بیان اور یہ کہ توحید تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے کا بیان۔''

اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ وَهِيَ تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَرْجِعُ ذٰلِكَ إِلٰى قَلْبِ مُوْقِنٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا .)) [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۶۹.

[2] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۶۰۸۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۲۷ و ۱۲۸.

[3] مسند احمد: ۵/۲۲۹۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۲۷۸.

''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ یقین کے ساتھ گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔''

(4) جنت:

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے رب کے پاس سے آنے والے نے مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اُس نے شرک نہ کیا ہو، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ میں نے کہا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگرچہ اُس نے زنا کیا ہو، یا چوری کی ہو۔''[1]

رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

((مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ .))[2]

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیے بغیر ملاقات کرتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا مگر اس کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔''

((وَعَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .))[3]

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا علم رکھتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

---

1. صحيح البخاری، رقم الحديث : ١٢٣٧ ـ صحيح مسلم، رقم : ٩٤.
2. صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم : ٢٧٩/١.
3. صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم : ١٣٦.

(5) بھلائی کا ملنا اور برائی کا دور ہونا:

بھلائی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ توحید پرستوں کو بھلائی عطا فرماتا ہے اور برائی دور ہٹاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾﴾ (الانعام: ۱۷)

''اور اگر اللہ تمہیں کسی تکلیف میں مبتلا کردے، تو اللہ کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے، تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

جو شخص کلمۂ طیبہ کے جزء ''لا الہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول'' کے ساتھ تمسک کرتا ہے، تو اسی میں خیر و بھلائی ہے، یعنی اس شخص کو بھلائی مل جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

((فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ .))[1]

''یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے، اور بہترین سیرت و طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔''

(6) جہنم حرام:

((عن عبادة بن الصامت قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ .))[2]

''سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

[1] صحيح مسلم، كتاب الجمعة، رقم: ٢٠٠٨.
[2] صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم: ١٤٢.

کو فرماتے ہوئے سنا: کہ جس نے ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ“ کی گواہی دی تو اللہ نے اس پر جہنم کی آگ حرام قرار دی ہے۔“

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَةً لَا یَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِهٖ فَیَمُوْتُ عَلٰی ذٰلِكَ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ .)) [1]

”میں وہ کلمہ جانتا ہوں جو بندہ یقینِ قلب کے ساتھ پڑھتا ہے، اور اس پر اسے موت آجاتی ہے تو اس پر اللہ جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے اور کلمہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ ہے۔“

مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((فَاِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ .)) [2]

”جو شخص رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر کلمہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔“

(7) ہر قسم کی پریشانی اور بے چینی سے نجات:

کلمۂ طیبہ کا صدقِ دل سے اقرار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہر قسم کی پریشانی اور مصیبت سے نجات دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ٦٣/١۔ مستدرك حاکم: ٧٢/١۔ صحیح ابن حبان: ٦٩٦/٢۔ حاکم اور ابن حبان نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الصلوٰة، رقم: ٤٢٥۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ٣٣.

﴿ يُنَجِّيكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ ﴾

(الانعام : ٦٣ تا ٦٤)

''آپ کہیے کہ تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے، تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو، اگر اس نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی، تو اس کے شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ کہیے کہ اللہ ہی تمہیں اس سے اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے، پھر بھی دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو۔''

تشریح:...... ان آیات کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ مشرک بھی جب انھیں کوئی خوف لاحق ہوتا ہے تو اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتے ہیں، اور چھپ چھپا کر دعائیں کرتے ہیں، اور اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اس نے اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم اس کے شکر گزار بندے بن جائیں گے اور شرک نہیں کریں گے۔

مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ ہر مصیبت سے صرف اللہ نجات دیتا ہے۔ لیکن مشرکوں کی فطرت کی کجی اور مشرکانہ عقائد کا نتیجہ دیکھئے کہ نجات پا جانے کے بعد وہ اپنے وعدے بھول جاتے ہیں۔

قوم یونس علیہ السلام نے توحید سے وابستگی اختیار کی اور اللہ عزوجل سے اپنے گناہوں کے لیے استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانی دور کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٩٨﴾ ﴾ (یونس : ٩٨)

''پس قوم یونس کے علاوہ کوئی اور بستی ایسی کیوں نہ ہوئی جو (عذاب آنے سے پہلے) ایمان لے آتی تا کہ اس کا ایمان اسے نفع پہنچاتا، جب قوم یونس کے لوگ

ایمان لائے تو ہم نے دنیاوی زندگی میں رسوا کن عذاب کو ان سے ٹال دیا اور ایک وقت مقرر تک انھیں فائدہ اٹھانے دیا۔“

(8) کامیابی:

رسول اللہ ﷺ نے کوہِ صفا پر صدائے توحید بلند فرمائی تو ارشاد فرمایا:

((یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا .)) ❶

”اے لوگو! ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہہ دو تم فلاح پاؤ گے۔“

(9) شفاعتِ رسول اللہ ﷺ کا مستحق:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کے سبب سب سے خوش نصیب کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میری شفاعت کے سبب قیامت کے دن سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص ہوگا جس نے خلوص دل سے اقرار کیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ ❷

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”ہر نبی کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے۔ پس ہر نبی نے اپنی دعا کرنے میں عجلت کی اور میں نے اپنی دعا کو پوشیدہ رکھا قیامت کے دن شفاعت کے طور پر ان شاء اللہ وہ میری اُمت کے ہر اُس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔“ ❸

(10) مضبوط سہارا:

جو شخص طاغوتی طاقتوں کا انکار کردے، اور کلمہ توحید کو مضبوطی سے تھام لے، تو اس نے دین کی اصل اور بنیاد کو مضبوطی سے تھام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ

---

❶ مسند احمد: ٤/٣٤١، رقم: ١٨٩٠٥۔ احمد شاکر نے اسے ”صحیح الاسناد“ قرار دیا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، رقم: ٩٩.

❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اختیاء النبی ﷺ دعوة الشفاعة لامته، رقم: ١٩٩.

بِالطَّاغُوتِ وَ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٥٦﴾ (البقرہ: ٢٥٦)

''دین میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور نہ کیا جائے، ہدایت گمراہی سے الگ اور نمایاں ہو چکی ہے، پس جو کوئی طاغوت کا انکار کر دے گا، اور اللہ پر ایمان لے آئے گا، اُس نے درحقیقت ایک ایسے مضبوط کڑے کو پوری قوت کے ساتھ تھام لیا، جو کبھی نہیں ٹوٹے گا، اور اللہ بڑا ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

(11) بلا کسی حساب اور عذاب کے جنت کا مستحق:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک لمبی حدیث کے ایک حصہ میں ہے کہ سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر بہت سی اُمتیں پیش کی گئیں۔ چنانچہ میں نے کسی نبی کو اس کے ساتھ دیکھا کہ اس کے ساتھ چند افراد پر مشتمل ایک جماعت ہے۔ اور کسی نبی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہیں۔ اور کسی نبی کو دیکھا کہ وہ تنہا ہے اور اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ پھر یکا یک میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت آتی دیکھی اور مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی اُمت ہے ان کے ساتھ ستر ہزار افراد ایسے بھی تھے جو بلا کسی حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ [1]

سیّدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری اُمت میں سے ستر ہزار افراد کو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل فرمائے گا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید داخل فرمائے گا اور اس کے بعد میرے ربّ کے تین چلو مزید ہوں گے جو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل ہوں گے۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم : ٦٥٤ ۔ صحیح مسلم، ایمان، رقم : ٢٢٢.

[2] مسند احمد : ٥/٢٦٨ ۔ جامع ترمذی، رقم : ٢٤٣٧ ۔ صحیح ابن حبان، رقم : ٢٦٤٢ ۔ یہ حدیث طرق وشواہد کی بنا پر ''صحیح'' ہے۔

کلمۂ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کو ترک کرنے کے نقصانات

کلمۂ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کو ترک کرنے کے بہت سے نقصانات ہیں، ذیل کی سطور میں اُن کا بیان جامعیت اور اختصار کے ساتھ ہوگا:

(1) جنت سے محرومی:

کلمہ طیبہ کو ترک کرنے کا نتیجہ جنت سے محرومی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾﴾ (المائدہ: ۷۲)

"بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔"

(2) جہنم میں داخلہ:

کلمۂ طیبہ سے انکار انسان کو جہنم میں لے جاتا ہے۔ بخاری ومسلم وغیرھما نے مسیّب بن حزن مخزومی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آیت ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ (القصص: ۵۶)

"بے شک آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپ چاہیں، اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بہتر جانتا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی تھی، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد اصرار کے باوجود اسلام نہیں لائے اور کفر کی حالت میں مرگئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تک مجھے منع نہ کردیا جائے میں ان کے لیے مغفرت کی دُعا کرتا رہوں گا، تو سورۃ التوبہ کی آیت ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ

اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ﴾ (التوبہ: ۱۱۳) ''کسی نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش طلب کریں چاہے ان کے کتنے ہی قریبی ہوں جب ان پر واضح ہوجائے کہ یہ جہنمی ہیں۔'' نازل ہوئی جس میں آپ کو مشرکین کے لیے مغفرت کی دُعا کرنے سے روک دیا گیا۔ [1]

اور حالتِ کفر میں مرنے کی وجہ سے وہ جہنم میں چلے گئے۔ چنانچہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اہل جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا، اُنھیں آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔'' [2]

سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کی کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملا کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، وہ جہنم میں جائے گا۔ [3]

(3) مشرک کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں:

جو شخص کلمۂ طیبہ کو ترک کر کے شرک کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ اس کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوۡ اَشۡرَكُوۡا لَحَبِطَ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۸﴾﴾ (الانعام: ۸۸)

''اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے اعمال اکارت ہوجاتے۔''

اور سورۃ زمر میں پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَ لَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۷۷۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۳۲.

[2] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۵۱۴.

[3] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۲۷۰.

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ (الزمر : ٦٥)

''اور آپ کو ان رسولوں کو جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر آپ نے اللہ کا کسی کو شریک بنایا تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا، اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

''لا الہ الا اللہ'' سے انحراف کی صورت میں اعمالِ صالحہ برباد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢١٧﴾ ﴾ (البقرہ : ٢١٧)

''اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا، اور پھر حالت کفر میں ہی مر جائے گا، تو اس کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے، اور وہ لوگ جہنمی ہوں گے، اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، صحیح بخاری، سنن ابوداود، مسند ابوعوانہ، صحیح مسلم، مستدرک حاکم، معجم کبیر وغیرہ میں ہے کہ مشرکین مکہ نے بیت اللہ تعمیر کیا، نماز پڑھتے، حج کرتے، طوافِ کعبہ کرتے، روزے رکھتے، زکوٰۃ دیتے، غلام آزاد کرتے، قربانیاں دیتے، اعتکاف کرتے، نکاح کرتے، غسل جنابت کرتے، اور بچوں کا نام عبداللہ رکھتے، جیسے رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد کا نام عبداللہ اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام بھی عبداللہ تھا، پھر بھی مشرکین مکہ کے سب اعمال کیوں برباد ہو گئے۔ صرف ایک ہی وجہ تھی کہ وہ شرک میں مبتلا تھے۔ اور آج ہمارا معاشرہ بھی شرک میں لت پت ہے۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام اور توحید کا فہم عطا فرمائے۔ آمین۔

(4) دُعائے مغفرت سے محرومی:

کلمۂ طیبہ کے تارکین کے لیے دُعائے مغفرت نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی

روایت ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا، تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گئے۔ وہاں پہلے سے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چچا! آپ ''لا الہ الا اللہ'' کہہ دیجیے تاکہ آپ کے لیے میں اللہ کے یہاں سفارش کرسکوں۔ تو ابوجہل اور ابن اُمیہ نے کہا، ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے دست بردار ہو جاؤ گے؟ رسول اللہ ﷺ بار بار ان کے سامنے اپنی بات دہراتے رہے، لیکن ابوطالب نے آخر میں یہ کہا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں، اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں جب تک اللہ کی طرف سے روک نہ دیا جاؤں آپ کے لیے مغفرت طلب کرتا رہوں گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾﴾

(التوبہ: ۱۱۳)

''نبی اور اہل ایمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے یہ بات کھل کر سامنے آ جانے کے بعد کہ وہ جہنمی ہیں دُعائے مغفرت کریں، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔'' [1]

(5) بدترین مخلوق میں شمار:

کلمۂ طیبہ سے انحراف کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں، بندروں اور سوروں سے بھی بدترین ہیں، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جس میں وہ لوگ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾﴾ (البینہ: ٦)

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٧٧٢۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ١٣٢.

’’بے شک اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا اور مشرکین، وہ سب جہنم کی آگ میں داخل ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہی لوگ بدترین مخلوق ہیں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((اِنَّ أُوْلٰئِكَ اِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنُوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوْرَ، أُوْلٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) [1]

’’بے شک ان لوگوں میں سے جب کوئی نیک آدمی فوت ہوجاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنالیتا اور ان کی تصویریں بنالیتے، وہ لوگ اللہ کے ہاں روزِ قیامت شریر لوگ ہوں گے۔‘‘

(6) بہت دور کی گمراہی میں ہونا:

جب کوئی شخص توحید سے انحراف کرکے شرک میں مبتلا ہوجاتا ہے تو وہ ہدایت سے دور ہوجاتا ہے اور گمراہی میں جا گرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝﴾ (النساء: ۱۱۶)

’’بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے، اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، وہ گمراہی میں بہت دور تک چلا جاتا ہے۔‘‘

مزید ارشاد فرمایا:

﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ

[1] صحيح مسلم، كتاب المساجد، رقم: ٥٢٨.

السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّيۡرُ اَوۡ تَهۡوِيۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِيۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ ﴿۳۱﴾

(الحج : ۳۱)

''دراں حالیکہ تم لوگ اللہ کے لیے موحد بن کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے وہ گویا آسمان سے گرتا ہے تو چڑیاں اسے فضا میں اُچک لیتی ہیں یا تیز ہوا اُسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دیتی ہے۔''

(7) ظلم عظیم کا مرتکب ہونا:

جناب لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا، اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا ساجھی نہ بناؤ، کیونکہ شرک باللہ ظلم عظیم ہے۔ اللہ نے انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے صرف اس کی عبادت کرے۔ اس لیے اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ بندہ اپنے خالق کی مرضی کی مخالفت کرتے ہوئے غیروں کے سامنے سجدہ کرے، ہاتھ پھیلائے، مرادیں مانگے اور اپنی جھولیاں بھرے۔

﴿وَ اِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۳﴾﴾ (لقمان : ۱۳)

''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا، اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ بنا، بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب سورۃ الانعام کی آیت کریمہ (۸۲) ﴿اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ﴾ نازل ہوئی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑا شاق گزرا، اور کہنے لگے کہ ہم میں سے کس نے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کا وہ معنی نہیں جو تم سمجھتے ہو، ظلم سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے کو بتایا تھا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو

شریک نہ بناؤ، کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے۔ ❶

(8) اللہ شرک معاف نہیں فرماتا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝۴۸﴾ (النساء: ٤٨)

''یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کو معاف نہیں فرماتا اس کے علاوہ جن گناہوں کو چاہے گا معاف کردے گا۔''

جناب طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص جنت میں داخل ہوا ایک مکھی کی وجہ سے، ایک دوسرا شخص ایک مکھی ہی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ کیسے ہوا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو شخص ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کا ایک بت تھا، جس پر کچھ چڑھاوا چڑھائے بغیر نہ گزر سکتا تھا۔ ایک سے کہا: کچھ چڑھاوا چڑھاؤ، اس نے جواب دیا کہ میرے پاس چڑھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: کچھ تو چڑھانا پڑے گا خواہ ایک مکھی ہی سہی۔ اس نے ایک مکھی کا چڑھاوا پیش کردیا، اور انھوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہ شخص جہنم میں داخل ہوگیا۔ پھر انھوں نے دوسرے شخص سے کہا، اب تم چڑھاوا پیش کرو، اس مرد مومن نے جواب دیا، میں غیر اللہ کے نام پر کوئی چڑھاوا نہیں چڑھاتا۔ انھوں نے اسی وقت اس کی گردن اڑا دی اور وہ سیدھا جنت میں جا پہنچا۔'' ❷

(9) دُنیا میں عذاب اور آفتوں کا آنا:

کلمۂ طیبہ سے انحراف کی وجہ سے دُنیا کی وجہ سے دُنیا میں عذاب اور آفتیں آن پڑتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ٣٣٦٠.

❷ کتاب الزهد للإمام احمد، ص: ٣٢۔ حلیة الأولیاء لابی نعیم: ٢٠٣/١.

﴿وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۵۸﴾

(بنی اسرائیل: ۵۸)

''اور روزِ قیامت سے پہلے ہم ہر ایک بستی کو یا تو (طبعی طور پر) ہلاک کر دیں گے یا (گناہوں کی وجہ سے) اُسے سخت عذاب دیں گے، یہ بات لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔''

اور سورۃ الطلاق میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝۹﴾ (الطلاق: ۸ تا ۹)

''کہ بہت سی بستیوں والوں نے اپنے ربّ کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی تو ہم نے بھی ان سے سخت حساب کیا اور اَن دیکھی آفت ان پر ڈال دی، پس انھوں نے اپنے کرتوت کا مزہ چکھ لیا، اور انجام کار ان کا خسارہ ہی ہوگا۔''

سورۃ الشعراء میں ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝۲۱۳﴾

(الشعراء: ۲۱۳)

''پس آپ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکاریے ورنہ آپ ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جنھیں عذاب دیا جائے گا۔''

تشریح:...... قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں بندوں کو حکم صادر کیا جا رہا ہے کہ وہ صرف ایک معبود کی پرستش کریں اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ آیت کریمہ میں مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں حالانکہ آپ معصوم عن الخطاء تھے اور شرک سے یکسر

پاک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اگرچہ آپ اللہ کے معزز ومکرم ترین بندے ہیں، لیکن بفرض محال آپ سے اس ایسی لغزش ہو جاتی تو آپ عذاب سے نہیں بچ سکتے تھے، تو پھر دوسرے لوگ شرک کر کے اللہ کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

(10) شفاعت سے محروم:

اللہ تعالیٰ نے ''لا الہ الا اللہ'' کے منکرین کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اگر بفرض محال کوئی نبی یا فرشتہ اُس دن ان کے لیے سفارش بھی کرے گا۔ تو وہ ان کے کام نہیں آئے گی۔ دوسرے لفظوں میں وہ شفاعت کے اہل نہیں ہوں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ کسی نبی یا فرشتہ کو ان کے لیے سفارش کرنے کی اجازت ہی نہیں دے گا۔ اس لیے کوئی ایسی سفارش نہیں پائی جائے گی جو انھیں نفع پہنچائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾﴾ (المدثر: ٤٨)

''پس (اُس وقت) شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ان کے کام نہیں آئے گی۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: اے ربّ! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا۔ لیکن اس رسوائی سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ تیری رحمت سے دور ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ پھر کہا جائے گا اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا ہوا پڑا ہوگا۔ چنانچہ اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''[1]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام روزِ قیامت اپنے باپ آزر سے ملیں گے اور اس کے چہرہ پر تاریکی چھائی ہوگی اور غبار سے اٹا ہوا ہوگا۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے سوال کریں گے کیا میں نے تجھے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، رقم: ۳۳۵۰.

نہ کرو؟ ان کا باپ ان سے کہے گا کہ آج کے دن میں تمہاری نافرمانی نہیں کرتا۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کہیں گے، اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے دن ذلیل نہیں کرے گا اس سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہوگی کہ میرا باپ تیری رحمت سے دور ہو اور جہنم میں چلا جائے؟ اللہ عزوجل فرمائے گا: میں نے جنت کافروں پر حرام کردی ہے۔ پھر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا: اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو، پس وہ نیچے نگاہ ڈالیں گے تو دیکھیں گے کہ ان کا باپ گندگی میں آلود بھیڑیا ہے، اس کو ٹانگوں سے پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [1]

شفاعت کی اقسام:

توحید الٰہ العالمین ص ۳۲۴ پر منقول ہے کہ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا ہو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہرگز حاصل نہیں ہوگی'' اور اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۲۱ پر حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی بیان کردہ ''قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت'' کی چھ اقسام درج ذیل ہیں:

(۱) شفاعتِ کبریٰ:...... اس سے مراد وہ شفاعت ہے جو خلق کو مقام موقف سے راحت دلانے کے لیے کی جائے گی، یہ وہی شفاعت ہے جس کی طلب کے لیے لوگ باری باری مختلف انبیاء کے پاس جائیں گے اور پروردگار کے دربار میں شفاعت کرنے کا مطالبہ کریں گے کہ ہمارا رب ہمیں موقف کے کرب سے نجات دے اور حساب و کتاب شروع فرمائے لیکن تمام انبیاء کرام منع فرمادیں گے بالآخر یہ معاملہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے اس شفاعت کے لیے میں ہوں یہ شفاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہوگی اس میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہوگا۔

(۲)...... دوسری قسم یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل جنت کے جنت میں داخلے کی سفارش کرنا

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۳۵۰۔ المستدرك للحاکم: ۲/ ۲۳۸.

یہ قسم صحیح بخاری کی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں مذکور ہے۔

(۳)...... آپ ﷺ کا اپنی امت کے بعض گناہ گاروں کہ جو اپنے لے لیے جہنم واجب کر چکے تھے کے لیے سفارش کرنا، سفارش یہ ہوگی کہ یہ لوگ جہنم میں داخل نہ ہوں۔

(۴)...... آپ ﷺ کا ان نافرمان موحدین کی سفارش جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے، شفاعت کی یہ قسم متواتر احادیث سے ثابت ہے جس پر صحابہ کرام اور تمام اہل السنۃ کا اجماع منقول ہے اور اس شفاعت کے منکر کو علماء و محدثین نے مبتدع اور گمراہ قرار دیا ہے۔

(۵)...... آپ ﷺ کا بعض اہل جنت کے ثواب کی زیادتی اور درجات کی بلندی کے لیے شفاعت فرمانا اس قسم میں کسی کا کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔

(۶)...... آپ ﷺ کا بعض کفار کے لیے جہنم کے عذاب میں تخفیف کی شفاعت فرمانا، یہ قسم ابوطالب کے لیے خاص ہے۔

لا الٰہ الا اللّٰہ کی دعوت فکر

(1) موت وحیات کا مالک:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَ اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ ﴾ (الواقعہ: ۸۳تا۸۸)

''پس جب کسی کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اُس وقت تم اسے (مجبور محض بن کر) دیکھ رہے ہوتے ہو۔ اور تمہارے بہ نسبت ہم اُس سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن تم مجھے دیکھ نہیں پاتے ہو۔ پس اگر تم کسی کے تابع فرمان نہیں

ہو۔ اگر تم (اس دعوے میں) سچے، تو اس کی روح کو واپس کیوں نہیں لے آتے۔ پھر اگر وہ مرنے والا اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہے۔''

تشریح:......موت وحیات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کے مقرر کردہ فرشتے آ کر انسان کی جان نکالتے ہیں، اور اس کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے، اور نکلنے ہی والی ہوتی ہے، اس وقت وہ اس کے سارے اقارب واحباب جو اس کے اِردگرد ہوتے ہیں، کتنے مجبور ہوتے ہیں کہ اس کی روح نکل رہی ہوتی ہے، وہ اپنی پھٹی پھٹی نگاہوں سے سب کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اور اس کے اِردگرد سب لوگ اس کے حال پر رحم کھا رہے ہوتے ہیں، لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کرسکتا کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دے۔ اس وقت اللہ کے فرشتے مرنے والے سے اس کے رشتہ داروں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ لیکن لوگ ان فرشتوں کو دیکھ نہیں پاتے ہیں، یا مرنے والا جو کچھ اُس وقت جھیل رہا ہوتا ہے اس راز سربستہ سے لوگ بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔

مزید اللہ تعالیٰ نے انسان کی بے بسی اور مجبوری کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر تم واقعی سچے ہو تو تم اللہ کی ذاتِ برحق کے محکوم نہیں ہو، تو مرنے والے کی روح کو لوٹا کیوں نہیں دیتے ہو، اور موت کا اس سے پیچھا کیوں نہیں چھڑا دیتے۔

(2) خالص دودھ عطا کرنے والا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۶۶﴾ (النحل : ٦٦)

''بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں بھی عبرت ہے، اس کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر ہم تمھیں پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے بڑا ذائقہ دار ہوتا ہے۔''

تشریح:...... اللہ عظیم و برتر نے اپنی عظیم قدرت کے ذریعہ اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کو پیدا کیا ہے۔ ان کی تخلیق سے ایک بڑی عبرت یہ ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ سے، گوبر اور خون کے درمیان سے، ان کے تھنوں میں سے دودھ جاری کرتا ہے جو خون کی سرخی اور گوبر کی گندگی سے بالکل پاک و صاف ہوتا ہے۔ حالانکہ تینوں ایک برتن میں جمع ہوتے ہیں۔ چوپایہ جب چارہ کھاتا ہے تو اس کا ایک حصہ معدہ میں چلا جاتا ہے جو گوبر کہلاتا ہے، اور ایک حصہ خون بن کر رگوں میں دوڑنے لگتا ہے۔ دونوں کے بیچ کا حصہ دودھ بن کر تھنوں میں پہنچ جاتا ہے، جو مفید و لذیذ ہوتا ہے اور پینے والے کے حلق میں نہیں اٹکتا۔ حق تو یہ ہے کہ انسان کو اس سے بہت بڑی نصیحت ملتی ہے، اور اللہ کی ایسی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ بندہ اس سے بے پناہ محبت کرنے اور اس کی طاعت و بندگی پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔

(3) بیج کو پودے کی شکل اُگانے والا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ ﴾ (الواقعہ: ٦٣ تا ٦٧)

’’کیا تم نے اُس بیج کے بارے میں غور کیا ہے جسے تم بوتے ہو۔ اُسے پودے کی شکل میں تم اُگاتے ہو، یا اسے ہم اُگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو اُسے بھس بنا دیتے، پھر تم حسرت ہی کرتے رہ جاتے۔ اور کہتے کہ ہم یقیناً خسارے میں پڑ گئے ہیں۔ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں۔‘‘

تشریح:...... اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم زمین کو کاشت کے لیے تیار کر کے اس میں دانے تو چھینٹ دیتے ہو، لیکن ان دانوں کو پودوں کی شکل میں تم اُگاتے ہو، یا ہم؟ جواب ظاہر ہے کہ انھیں ہم اُگاتے ہیں۔ تو جس طرح ہم مردہ زمین میں بارش کے ذریعہ

جان ڈال دیتے ہیں، اور بے جان دانوں سے لہلہاتے ہوئے پودے نکالتے ہیں، اسی طرح ہم تمھیں بھی قیامت کے دن دوبارہ زندہ کریں گے۔

اور ان پودوں کو مختلف مراحل سے گزار کر، ان میں موجود دانوں کو تمہاری غذا کا سامان بناتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو دانوں کے پختہ ہونے سے پہلے انھیں خشک کر دیتے، اور بھس کر اڑا دیتے، اور پھر تم اپنی کوشش کے رائیگاں ہونے پر کف افسوس ملتے اور کہتے کہ ہم نے جو کچھ خرچ کیا تھا سب ضائع ہو گیا، بلکہ کہتے کہ ہم تو اپنی روزی سے محروم ہو گئے، ہمارے اور ہمارے بچوں کے لیے کچھ بھی نہ رہا۔ یعنی تم اپنی بے بسی کا اظہار کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے، لیکن اللہ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے کہ وہ ان دانوں کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ پختہ ہو کر غذا کے قابل بن جاتے ہیں، اور انسان انھیں اپنے گھر میں لا کر اپنے اور بچوں کے لیے ذخیرہ کر لیتا ہے۔ اس کی یہ مہربانی بندوں سے تقاضا کرتی ہے کہ اس کی وحدانیت کا اعتراف کریں، اور صرف اس کی بندگی کریں۔

(4) تخلیق انسانیت کے مختلف مدارج:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿١٤﴾ ﴾ (المؤمنون: ۱۲ تا ۱٤)

”اور ہم نے انسان کو مٹی کے ٹھیکرے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اُسے نطفہ کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر پہنچایا۔ پھر نطفہ کو منجمد خون بنایا، پھر اُس منجمد خون کو گوشت کا ایک ٹکڑا بنایا، پھر اُس ٹکڑے سے ہڈیاں پیدا کیں، پھر اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے تخلیق کے ایک دوسرے مرحلہ سے گزار کر اسے پیدا

کیا، پس بابرکت ہے اللہ جو سب سے عمدہ پیدا کرنے والا ہے۔"

تشریح:...... اللہ تعالیٰ نے اپنی کمالِ قدرت اور غایت حکمت کے اثبات کے لیے تخلیق انسانیت کے مدارج بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے حضرت انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا ہے۔ یعنی مٹی پانی کے ساتھ ملی تو پودے پیدا ہوئے، جنھیں انسان نے کھایا تو خون بنا۔ اس خون سے ہم نے نطفہ پیدا کیا، اور اس نطفہ کو رحم مادر میں پہنچایا، جہاں جا کر اللہ کے حکم سے ٹھہر گیا، پھر اسے سرخ اور منجمد خون میں بدل دیا، پھر اُسے گوشت کا ایک ٹکڑا بنا دیا، پھر اس ٹکڑے سے ہم نے انسانی جسم کا عمود فقری اور باقی ہڈیاں تیار کیں، اور پھر ان پر گوشت کی تہیں جما دیں، پھر دیگر اعضاء بنائے، اچھی شکل وصورت بنائی اور ایک انسان کامل بنا کر رحم مادر سے باہر لے آئے۔ یہ سب اس اللہ کی عظیم کاریگری ہے جو عظیم قدرت وحکمت کا مالک ہے۔

(5) بارش برسانے والا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾﴾

(الواقعه: ٦٨ تا ٧٠)

"کیا تم نے اُس پانی کے بارے میں غور کیا ہے جسے تم پیتے ہو۔ اُسے بادل سے تم نے اُتارا ہے، یا ہم اُتارنے والے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو پھر اُسے کھارا بنا دیتے، پھر تم شکر کیوں نہیں ادا کرتے ہو۔"

تشریح:...... ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میٹھا پانی جسے تم پیتے ہو، اور اپنی پیاس بجھاتے ہو، اسے بادل سے بارش کی شکل میں زمین پر تم برساتے ہو، یا ہم؟ جواب ظاہر ہے کہ اسے ہم برساتے ہیں۔ جب تمھیں اس کا اعتراف ہے، تو پھر باری تعالیٰ

کی وحدانیت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے ہو، اور بات کو کیوں نہیں مانتے کہ وہ قادرِ مطلق قیامت کے روز تمھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ اگر وہ چاہتا تو پانی جیسی عظیم نعمت کو تم سے چھین لیتا، اسے اتنا کھارا بنا دیتا کہ تم اس کا ایک گھونٹ بھی حلق سے نیچے نہ اتار سکتے اور نہ اس کے ذریعہ اپنی زمینوں اور کھیتوں کو سیراب کر سکتے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، اس لیے کہ وہ ذاتِ برحق اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ اور اس کی یہ مہربانی بندوں سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ ہر دم اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾﴾

(العنکبوت: ٦٣)

''اور آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمان سے پانی کس نے اُتارا ہے، جس کے ذریعہ وہ مُردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، تو وہ کہیں گے: اللہ، آپ کہیے کہ ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، لیکن اکثر مشرکین عقل سے کام نہیں لیتے ہیں۔''

تشریح:...... ان آیات میں نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ جب مشرکین سے پوچھیں گے کہ آسمان سے بارش کا پانی کس نے بھیجا ہے اور کون اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے؟ تو وہ فوراً جواب دیں گے کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہیں، تو اے میرے نبی! آپ اپنے رب کا شکر ادا کیجیے کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی اور شدت عناد کے باوجود اعترافِ حق پر اپنے آپ کو مجبور پا رہے ہیں، اور خود اپنی زبان سے اپنے خلاف گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کرنا ان کی جانب سے اللہ پر بہتان ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں ہیں، جبھی تو ان کے قول و عمل میں تضاد پایا جاتا ہے۔

(6) قوت سماعت و بصارت عطا کرنے والا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ (الانعام : ٤٦)

''آپ پوچھئے تمہارا کیا خیال ہے، اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے، اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے، تو کیا اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو وہ چیزیں تمھیں دوبارہ عطا کر دے، آپ دیکھ لیجیے کہ ہم نشانیوں کو کس طرح مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں، لیکن وہ پھر بھی اعراض سے ہی کام لیتے ہیں۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں مشرکین مکہ کو نئے انداز میں زجر و توبیخ کی جا رہی ہے، اور ان کے مشرکانہ اعمال کے فساد کو بیان کیا جا رہا ہے، کہ اے میرے رسول! (ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھ لے لے، اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو کیا اللہ کے سوا کوئی ہے جو انھیں دوبارہ لوٹا دے؟ آیت میں مذکورہ تینوں اعضاء جسم انسانی کے اشرف اعضاء ہیں، جب وہ بے کار ہو جاتے ہیں تو جسم انسانی کا نظام مختل ہو جاتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھی تینوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ دیکھ لیجیے کہ کس طرح ہم نشانیوں کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں، لیکن یہ مشرکین انھیں دیکھنے کے باوجود اعراض کرتے ہیں، اور حسد و عناد اور کبر و غرور کی وجہ سے ان میں غور نہیں کرتے۔

اس آیت کریمہ میں وارد لفظ ''آیات'' سے مراد وہ عقلی دلائل ہیں جو آسمانوں اور زمین کے بنانے والے اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

(7) نظام لیل و نہار کا خالق:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝﴾

(القصص : ۷۱ تا ۷۲)

''اے میرے نبی! آپ مشرکین سے پوچھئے، تمہارا کیا خیال ہے، اگر اللہ قیامت تک کے لیے تم پر رات مسلط کر دے، تو اللہ کے سوا کون تمہارے لیے روشنی لے آئے گا، کیا تم سنتے نہیں ہو۔ آپ مشرکین سے پوچھئے، تمہارا کیا خیال ہے، اگر اللہ قیامت تک کے لیے تم پر دن کو مسلط کر دے، تو اللہ کے سوا کوئی تمہارے لیے رات کو لے آئے گا جس میں تم آرام کرتے ہو، کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔''

تشریح:...... اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔ اس بات کی بین دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے رات کو ہی ثابت کر دے اور دن کو غائب کر دے، تو کیا کوئی اور معبود ہے جو انسانوں کے لیے دن کی روشنی کو واپس لا دے، یا اگر قیامت تک کے لیے دن کو ثابت کر دے اور رات کو غائب کر دے تو کیا کوئی اور معبود ہے جو رات کو واپس لا دے جس میں لوگ سکون حاصل کرتے ہیں۔

(8) زمین و آسمان کی تخلیق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ (المومنون : ۸۴ تا ۸۵)

''اے پیغمبر! آپ ان سے پوچھئے کہ ساتوں آسمانوں کا رب کون ہے، اور عرش

عظیم کا رب کون ہے۔ وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ، آپ کہیے، تو پھر تم اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں ہو۔''

تشریح:...... اِن آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے رسول! اگر آپ ان کافروں سے پوچھیں گے کہ زمین اور اس پر موجود تمام مخلوقات کا مالک کون ہے، تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے انھیں پیدا کیا ہے، اور وہی ان کا مالک ہے، تو پھر آپ ان سے کہیے کہ اتنی بات کا ادراک نہیں کر پاتے ہو کہ جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ انھیں دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے۔

(9) دریاؤں اور پہاڑوں کا خالق:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۟ؕ ﴾ (النمل: ٦١)

''یا وہ ذاتِ برحق بہتر ہے جس نے زمین کو رہنے کی جگہ بنائی ہے، اور اس میں نہریں جاری کی ہیں، اور اس پر پہاڑ بسا دیے ہیں، اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ کھڑی کر دی ہے، کیا اللہ کے ساتھ کسی اور معبود نے بھی یہ کام کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر مشرکین نادان ہیں۔''

تشریح:...... ان آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے معبودانِ باطل کی عمومی نفی کرنے کے لیے اپنی قدرت مطلقہ کی مثال دے کر مشرکین سے الزامی سوال کیا ہے کہ بتاؤ یہ کس قدرت کا کرشمہ ہے، ان چیزوں کو کس نے پیدا کیا ہے، یہ نعمتیں کس نے دی ہیں؟ اور جب اس سوال کا جواب تمہارے پاس سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ سب اللہ کی کرشمہ سازی ہے، تو پھر تم اُسے چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود کیوں بناتے ہو؟

مشرکین سے یہ دوسرا سوال کیا کہ اس زمین کو تمہارے لیے قرار کی جگہ کس نے بنائی ہے کہ وہ الٹتی نہیں ہے، اور تم آرام سے اس پر زندگی گزارتے ہو، اور زمین پر نہریں کس نے جاری کی ہیں، اور اس پر پہاڑ کس نے جما دیے تا کہ حرکت نہ کرے، اور میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان رکاوٹ کس نے کھڑی کی ہے، کہ وہ ایک دوسرے سے نہیں ملتے ہیں اس کے سوا تمہارے پاس کوئی جواب نہیں کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ تو پھر تم کیوں اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بناتے ہو؟!

(10) انسان کو خوبصورت بنانے والا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ (آل عمران : ٦)

''وہی ماں کے پیٹ میں تمھیں جیسی چاہتا ہے صورت عطا کرتا ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو زبردست، حکمت والا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (المؤمن : ٦٤)

''اللہ نے ہی تمہارے لیے زمین کو ثابت اور آسمان کو چھت بنا دیا ہے، اور تمہاری صورتیں بنائیں، تو تمھیں اچھی شکل وصورت دی، اور تمھیں بطور روزی عمدہ چیزیں عطا کی، وہی اللہ تمہارا رب ہے، پس اللہ عالی شان والا ہے، سارے جہان کا پالنہار ہے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعوت فکر دی

ہے، تاکہ وہ اپنے خالق و رازق کو پہچانیں، اس پر ایمان لائیں، اور صرف اسی کی عبادت کریں، اس لیے کہ دنیا و آخرت دونوں جہان میں انسانوں کی بھلائی اسی پر موقوف ہے۔ فرمایا کہ وہ اللہ ہے جس نے زمین کوٹھہری ہوئی بنایا ہے، تاکہ تم اس پر زندگی گزار سکو، چل پھر سکو، اور اپنی ضروریات زندگی پوری کر سکو، اور جس نے آسمانوں کو مضبوط اور محکم بنایا ہے، جو نہ کبھی پھٹتا ہے، اور نہ اس کا کوئی حصہ ٹوٹ کر انسانوں کے سروں پر گرتا ہے، اور جس نے تمھیں تمہاری ماؤں کے بطن میں اچھی شکل وصورت میں بنایا، یعنی ہر عضو کو مناسب ترین جگہ پر رکھا تاکہ تم ان سے فائدہ اٹھا سکو، اور اپنے خالق کے کمالِ قدرت اور کمالِ حکمت کا اعتراف کر سکو، اور جس نے تمھیں لذیذ ترین کھانے اور پینے کی نعمتیں دیں تاکہ تم اس کا شکر بجالاؤ۔

(11) لفظ ''کن'' سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَآ أَمۡرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيۡـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ ﴾

(یٰس : ۸۲)

''اس کی شان تو یہ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ''ہوجا'' اور وہ چیز ہوجاتی ہے۔''

تشریح:...... اللہ تعالیٰ کے عظیم و برتر اور قادر ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ لفظ ''کن'' سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

(12) بانجھ عورت سے بچہ پیدا کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَٰمٞ وَقَدۡ بَلَغَنِيَ ٱلۡكِبَرُ وَٱمۡرَأَتِي عَاقِرٞۖ قَالَ كَذَٰلِكَ ٱللَّهُ يَفۡعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾ ﴾ (آل عمران : ٤٠)

''زکریا نے کہا، اے میرے رب! مجھے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں بوڑھا ہو چکا

ہوں، اور میری بیوی بانجھ ہے؟ کہا، اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

تشریح:...... جب زکریا علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ اللہ انھیں بیٹا عطا کرے گا، تو ظاہری حالات کے پیش نظر تعجب کرنے لگے، اور کہنے لگے کہ اے میرے رب! مجھے لڑکا کیسے ہوگا، میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں، اور میری بیوی بانجھ ہے، تو اللہ نے فرمایا کہ تم اور تمہاری بیوی جس حال میں ہو اسی حال میں لڑکا پیدا ہوگا، اس لیے کہ اللہ کسی ظاہری سبب کا محتاج نہیں، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی اور اس کے نزدیک کوئی بات بھی بڑی نہیں ہے۔

(13) بے موسم پھل عطا کرسکتا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ اَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝٣٧ ﴾ (آل عمران: ۳۷)

''تو اس کے ربّ نے اُسے شرفِ قبولیت بخشا، اور اُس کی اچھی نشو ونما کی، اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا، جب بھی زکریا اُس کے پاس محراب میں جاتے، اُس کے پاس کھانے کی چیزیں پاتے، وہ پوچھتے کہ اے مریم! یہ چیزیں کہاں سے تیرے لیے آئی ہیں، وہ کہتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی عطا کرتا ہے۔''

تشریح:...... مفسرین نے لکھا ہے کہ جب بھی سیّدنا زکریا علیہ السلام سیّدہ مریم صدیقہ علیہا السلام کے پاس جاتے تو موسم سرما کا پھل موسم گرما میں، اور گرما کا سرما میں پاتے تھے۔ آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ مریم علیہا السلام دن رات عبادت میں لگی رہتی تھیں، اور محراب سے صرف بشری تقاضوں کے لیے ہی نکلتی تھیں۔

اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ اللہ کے دوستوں کے ذریعہ کرامات صادر ہوتے ہیں۔اس کی تصدیق خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے، جنھیں مکہ مکرمہ میں کافروں نے شہید کردیا تھا، اور جن کے پاس قید کے زمانے میں انگور ملا کرتے تھے۔ (دیکھئے صحیح البخاری، کتاب الجہاد) لیکن اللہ کا دوست وہی ہوگا جو پابند شریعت، قرآن وسنت کا متبع اور بدعات وخرافات سے ہزاروں کوس دور ہوگا، اور جس کے بارے میں قرآن وسنت کے متبع علماء اور فضلاء اس بات کی گواہی دیں کہ وہ عقیدۂ صحیحہ اور دین خالص کے ساتھ تمام شرائع اسلامیہ کا پابند ہے۔مشرک، بدعتی قرآن وسنت سے دور اور عمل صالح میں کوتاہ کبھی بھی اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا، اور ایسے لوگوں سے جن خرقِ عادت اُمور کا ظہور ہوتا ہے وہ جادو اور شیطانی عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

(14) اصحابِ کہف کو تین سو نو سال سلانا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۫ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ۝۲۶﴾

(الکہف : ۲۵ تا ۲۶)

’’وہ نوجوان اپنے غار میں تین سو سال اور مزید نو سال رہے۔آپ کہہ دیجیے کہ ان کے اس حال میں رہنے کی مدت کو اللہ زیادہ جانتا ہے، آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو صرف وہی جانتا ہے، وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے۔ بندوں کا اس کے سوا کوئی کارساز نہیں، اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے۔‘‘

تشریح:...... حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے

اس پوری مدت کی خبر دی ہے جس میں اصحاب کہف سوئے رہے تھے۔ وہ شمسی حساب سے تین سو سال اور قمری حساب سے تین سو نو سال کی مدت تھی۔ اسی لیے کہ ہر شمسی سو سال، قمری ایک سو تین سال کے برابر ہوتا ہے۔ یہ ان کے سوئے رہنے کی مدت تھی، لیکن بیدار ہونے کے بعد انھیں موت آنے تک یا نزولِ قرآن تک کتنی مدت تھی، اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس لیے کہ آسمانوں اور زمین کی غیبی باتوں کا علم صرف اسی کو ہے۔ وہ چیز کو خوب دیکھ رہا ہے، اور ہر آواز کو خوب سن رہا ہے، اس کے علاوہ بندوں کا کوئی حقیقی یار و مددگار نہیں۔ اس نے سارے جہان کی تخلیق اور اس کی تدبیر میں کسی کو اپنا شریک نہیں بنایا ہے، نہ اس کا کوئی وزیر ہے، نہ ہی کوئی مشیر، وہ تمام نقائص سے برتر و بالا اور پاک ہے۔

(15) بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝۲۰ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝۲۱﴾ (مریم: ۲۰ تا ۲۱)

''مریم نے کہا مجھے لڑکا کیسے ہوگا، جبکہ مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا ہے، اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ (جبریل نے) کہا، ایسا ہی ہوگا، تمہارا رب کہتا ہے کہ یہ کام میرے لیے آسان ہے، اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی اور رحمت بنائیں، اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔''

تشریح:......سیّدہ مریم علیہا السلام کو اس خبر سے بہت زیادہ تعجب ہوا، کہنے لگیں کہ مجھے لڑکا کیسے ہوگا، نہ میرا کوئی شوہر ہے اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں، ایسا ہی ہوگا، اگرچہ تمہارا کوئی شوہر نہیں اور تم کوئی بدکار عورت بھی نہیں ہو، اس لیے کہ تمہارا

رب ہر چیز پر قادر ہے، وہ کہتا ہے ایسا کرنا میرے لیے بہت ہی آسان ہے۔ اس نے آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، اور حوا کو صرف مرد سے پیدا کیا، اور باقی ذریت آدم کو ماں باپ کے ذریعے پیدا کیا، سوائے عیسیٰ کے جنھیں اللہ نے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور اس طرح تخلیق انسان کے چاروں طریقے اختیار کر کے اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنی عظیم قدرت اور بے مثال عظمت کی قطعی دلیل پیش کر دی۔ اور اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے لیے رحمت بنایا تھا، جیسا کہ ہر نبی اپنی قوم کے لیے رحمت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کو توحید الٰہی اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی تعلیم دینے لگے۔ آخر میں جبریل علیہ السلام نے مریم سے کہا کہ ایسا ہونا اللہ کے علم میں مقدر ہو چکا ہے، ایسا ہو کر رہے گا۔

(16) سیّدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾﴾

(الانبیاء: ۸۷ تا ۸۸)

”اور یونس جب اپنی قوم سے ناراض ہو کر چل دیے، تو سمجھے کہ ہم ان پر قابو نہیں پائیں گے، پس انھوں نے تاریکیوں میں اپنے رب کو پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تمام عیوب سے پاک ہے، میں بے شک ظالم تھا، تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو غم سے نجات دی، اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔“

تشریح:...... ان آیات کریمہ کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ سیّدنا یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے نگل لیا، تو وہ تین دن یا اس سے زیادہ دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے، پھر اللہ

تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور مچھلی نے ساحل پر آ کر اپنے پیٹ سے انھیں باہر کر دیا۔ مچھلی کے پیٹ میں ان کا زندہ رہنا اللہ تعالیٰ کے الٰہ العالمین ہونے کی بہت بڑی نشانی ہے۔

(17) مُردوں کو زندہ کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ﴾ (الشوریٰ: ۹)

”کیا اُنھوں نے اُسے چھوڑ کر دوسرے مددگار بنا لیے ہیں، پس وہ جان لیں کہ اللہ ہی (حقیقی) مددگار ہے، اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

تشریح:...... ان آیات میں مشرکین کے رویہ پر حیرت و استعجاب کا اظہار کیا جارہا ہے کہ انھوں نے کیسے اس بات کو گوارہ کر لیا کہ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی و کارساز مان لیں، اللہ کے سوا کوئی بھی حقیقی کارساز نہیں ہے، وہ تو وہ ہے جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے، اس کے سوا کون اس کی قدرت رکھتا ہے، اور وہ تو ہر چیز پر قادر ہے، اور اس کے سوا کوئی کسی چیز پر قادر نہیں ہے، اس لیے اس کے سوا غیروں کو کارساز ماننا ظلم عظیم ہے، اور نہایت ہی حیرت و استعجاب کا باعث ہے۔

(18) اللہ کا علم تمام چیزوں کو محیط ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ ﴾ (المومن: ۱۹تا۲۰)

''اللہ آنکھوں کی خیانت اور اُن باتوں کو جانتا ہے جنھیں سینے چھپائے ہوتے ہیں۔ اور اللہ حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ کے سوا جن باطل معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو کوئی فیصلہ نہیں کرتے ہیں، بے شک اللہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

تشریح:...... ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کا علم تمام چیزوں کو محیط ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے، وہ تو آنکھوں کی خیانتوں اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے، تاکہ لوگ اس کی نافرمانی سے ڈریں، اور تقویٰ اور عمل صالح کی راہ اختیار کریں۔

اللہ نے اپنے بارے میں یہ بھی خبر دی کہ اس کا فیصلہ نہایت عادلانہ ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ اچھائی کا بدلہ اچھے انجام کے ذریعہ اور برائی کا بدلہ بُرے انجام کے ذریعے دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے، اس کے برخلاف وہ معبودان باطل جنھیں مشرکین پکارتے ہیں کسی فیصلے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں، اس لیے کہ وہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں، اور اللہ تو ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے، اس لیے وہ بندوں کے درمیان عادلانہ فیصلے کی مکمل قدرت رکھتا ہے۔

(19) دو سمندروں کے درمیان آڑ کھڑی کرنے والا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۶۱﴾ ﴾ (النمل : ٦١)

''یا وہ ذاتِ برحق بہتر ہے جس نے زمین کو رہنے کی جگہ بنائی ہے، اور اس میں نہریں جاری کی ہیں، اور اسی پر پہاڑ بسا دیے ہیں، اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ کھڑی کردی ہے، کیا اللہ کے ساتھ کسی اور معبود نے بھی یہ کام کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اکثر مشرکین نادان ہیں۔‘‘

تشریح:...... اللہ تعالیٰ کے رب اور یکتا و بے ہمتا ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کے رحم اور اس کی قدرت سے دو دریا ساتھ ساتھ بہتے ہیں، ایک کا پانی نہایت میٹھا ہے، اور دوسرے کا پانی نہایت کھارا ہے، اور دونوں کے درمیان اس نے ایک ایسی غیر مرئی دیوار کھڑی کر دی ہے کہ دونوں دریا ایک ساتھ بہتے ہیں، لیکن میٹھا کھارے کے ساتھ ہرگز نہیں ملتا ہے۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرحمٰن آیات (۱۹/۲۰) اور سورۃ الفرقان کی آیت (۵۳) میں بھی بیان فرمایا ہے۔

(20) بعث بعد الموت کے اختیار والا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾﴾ (البقرہ: ۲۵۹)

’’یا اُس آدمی کے حال پر غور نہیں کیا، جو ایک ایسی بستی سے گزرا جو اپنی چھتوں سمیت گری پڑی تھی، اُس نے کہا کہ اللہ اب کس طرح اس بستی کو مر جانے کے بعد زندہ کرے گا، تو اللہ نے اُسے سو سال کے لیے مردہ کر دیا، پھر اُسے اٹھایا، اللہ نے کہا کہ تم کتنی مدت اس میں رہے، اس نے کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ اس حال میں رہا ہوں، اللہ نے کہا بلکہ سو سال رہے ہو، پس اپنے کھانے

پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ خراب نہیں ہوئی ہیں، اور اپنے گدھے کو دیکھو، اور تا کہ ہم تمھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیں، اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم اُنھیں کس طرح اُٹھا کر ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں، پھر اُن پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب حقیقت اس کے سامنے کھل گئی تو کہا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے بعث بعد الموت کی ایک عظیم دلیل پیش کی ہے، جس کا ہر آدمی یوم قیامت سے پہلے اسی دنیا میں ادراک کرسکتا ہے۔ اور اس دلیل کا اجراء اللہ تعالیٰ نے جس آدمی کے جسم پر کیا، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ جناب عزیر علیہ السلام تھے۔ ان کا ایک ایسی بستی سے گزر ہوا جو مکمل طور پر تہ و بالا ہوچکی تھی، اور اس کے رہنے والے سبھی لوگ مر چکے تھے۔ ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ان لوگوں کو اب اللہ کیسے زندہ کرسکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اور دیگر لوگوں کے حال پر رحم کرتے ہوئے انھیں سو سال کے لیے مردہ بنا دیا، اُن کا گدھا بھی مرگیا، اور اُن کے پاس کھانے پینے کی چیزیں دیکھو، وہ خراب نہیں ہوئی ہیں، اور اپنے گدھے کو دیکھو، اس کے چیتھڑے ہو چکے ہیں اور اس کی ہڈیاں گل سڑ گئی ہیں، اس کے بعد اللہ نے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے گدھے کو زندہ کیا، تو بول اُٹھے کہ مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یقیناً ہر فرد بشر کو قیامت کے دن زندہ کرے گا۔

(21) مچھلی زندہ ہو کے غائب ہوگئی:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ۝﴾ (الکھف : ٦٠ تا ٦١)

''اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں سفر جاری رکھوں گا۔ یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچ جاؤں، یا مدت دراز تک چلتا رہوں گا۔ پس جب وہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچ گئے تو وہاں اپنی مچھلی بھول گئے، اور مچھلی نے سمندر میں ایک سوراخ کی طرح راستہ بنالیا۔''

تشریح:......اس آیت میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے اُس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب وہ سفر کے لیے روانہ ہوئے تو اللہ کے حکم سے ایک مچھلی تھیلی میں رکھ کر یوشع بن نون کے حوالے کردی اور کہا کہ اس کا دھیان رکھنا، اور جہاں یہ تھیلی سے نکل کر غائب ہوجائے تو مجھے خبر کرنا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خضر سے ملنے کی جگہ وہی بتائی تھی، جہاں مچھلی غائب ہوجائے گی، لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جب دونوں ساحل سمندر کے قریب ایک چٹان سے ٹیک لگائے سو رہے تھے تو مچھلی زندہ ہوکر سمندر میں چلی گئی، اور جہاں سے گزری وہاں کا پانی منجمد ہوکر ایک سرنگ کی شکل اختیار کرگیا۔ دونوں نیند سے بیدار ہونے کے بعد دوبارہ سفر پر روانہ ہوگئے۔ ایک مسافت طے کرنے کے بعد سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی اور کھانے کے لیے مچھلی مانگی تو یوشع بن نون نے کہا کہ میں تو مچھلی کی بات آپ کو بتانا ہی بھول گیا تھا، ہمیں اس چٹان کے پاس لوٹ کر جانا چاہیے جہاں رُکے تھے، وہ مچھلی زندہ ہوکر وہیں تعجب خیز انداز میں سمندر میں چلی گئی تھی، تو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہمیں اس جگہ پہنچنا ہے جہاں مچھلی غائب ہوئی ہے۔ وہ شخص جس کی ہمیں تلاش ہے وہیں ملے گا، چنانچہ دونوں قدم بہ قدم اسی راستہ سے واپس ہوئے جس سے گئے تھے، تاکہ مطلوبہ جگہ پر پہنچ جائیں۔ وہاں ان کی ملاقات جناب خضر علیہ السلام سے ہوئی جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نوازا تھا۔

(22) عبادت کا حق دار وہی اللہ ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَ الَّذِينَ مِن

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٢١﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾

(البقرہ: ۲۱تا۲۲)

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اوران لوگوں کو پیدا کیا جوتم سے پہلے گزر گئے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جس نے زمین کوتمہارے لیے فرش اور آسمان کوچھت بنایا اور آسمان سے اتارا جس کے ذریعہ اس نے مختلف قسم کے پھل نکالے، تمہارے لیے روزی کے طور پر، پس تم اللہ کا شریک اور مقابل نہ ٹھہراؤ، حالانکہ تم جانتے ہو (کہ اس کا کوئی مقابل نہیں)۔''

تشریح:...... ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کومخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ اے انسانو: دھوکے، میں نہ آؤ اور اپنی تخلیق کے مقصد کوفراموش نہ کرو، کبر و غرور سے کام نہ لو، اور اس اللہ کی بندگی کے لیے جھک جاؤ جس نے تمھیں پیدا کیا ہے، اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تقویٰ اور پرہیزگاری کی راہ ہے اور یہی ذریعہ ہے اللہ کی ناراضگی اور عذاب سے بچنے کا۔ مزید فرمایا کہ تمہارے اوپر نعمتوں کی بارش کی، زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا، جس پر تم مکان بناتے ہو، اور آسمان کوتمہارے لیے چھت بنایا، اس میں شمس وقمر اورستاروں کو بسایا تاکہ وہ تمھیں فائدہ پہنچائیں۔ اور بادل سے پانی برسایا، جس کے ذریعہ مختلف قسم کے پھل پیدا کیے، تاکہ تم انھیں استعمال کرو اور زندہ رہو۔

ان ساری نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم اللہ کے ساتھ دوسروں کوشریک نہ بناؤ، جوتمہاری طرح مخلوق ہیں، اور آسمان وزمین کے درمیان ایک ذرّہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اور تم یہ جانتے بھی ہو کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، وہی تنہا پیدا کرنے والا ہے، روزی دینے والا ہے، اور وہی آسمان وزمین کے درمیان سارے اُمور کی تدبیر کرنے والا ہے۔

اس طرح ان آیات کریمہ میں تین باتیں جمع ہوگئی ہیں، صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم، اس کے سوا کی عبادت کا انکار اور توحید ربوبیت کا بیان کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق، رازق اور مدبر نہیں۔ اور یہ کھلی دلیل ہے اس بات کی کہ سارے انسانوں پر صرف اس ذاتِ واحد کی بندگی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ میں مقدس ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴿١٤﴾﴾

(طٰہٰ: ١٤)

''بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے آپ میری عبادت کیجیے، اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجیے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس لیے صرف میری ہی عبادت کیجیے، اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجیے۔ مگر افسوس صد افسوس کے آج کا مسلمان معبودِ واحد کو چھوڑ کر غیر اللہ سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے۔ آج کے مسلمان کی حالت زار کو دیکھ کر بعض شاعروں نے کہا ہے۔

عبادت کب کسی کی ہو بھلا اللہ کے ہوتے
گداؤں سے بھی مانگیں حقیقی شاہ کے ہوتے
تعجب ہے مسلمانوں پر جو ہیں غیر کے طالب
کہ کیچڑ چاٹتے پھرتے ہیں شیریں چاہ کے ہوتے
کوئی اجمیر کلیر کو تو کوئی پاک پتن کو
نجف کو کربلا کو جائے بیت اللہ کے ہوتے
غضب پر غضب مسلم بڑھا کفار مکہ سے
مصیبت میں ہے پوجے غیر کو اللہ کے ہوتے

انسانیت کی بے بسی اور ذاتِ باری تعالیٰ

قارئین کرام آپ نے گزشتہ سطور میں ''لا الہ الا اللہ'' کی دعوت فکر کو پڑھا، اس میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ کو بیان کیا گیا ہے تاکہ حضرت انسان کے ذہن میں شرک سے نفرت اور توحید الہ العالمین سے محبت پختہ ہو جائے۔ اب ذیل کی سطور میں ایک نئے انداز سے ''لا الہ الا اللہ'' کی دعوت فکر دینے لگے ہیں۔ تاکہ باری تعالیٰ سے ہماری محبت وعقیدت مزید پختہ ہو جائے اور شرک سے نفرت مزید بڑھ جائے، کیونکہ اسی میں دنیا وآخرت کی بھلائی اور بہتری ہے۔

(1) کھجور کی گٹھلی اور انسانیت کی بے بسی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝۱۳ ﴾ (الفاطر: ۱۳)

''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اس نے آفتاب و ماہتاب کو اپنے حکم کے تابع بنا رکھا ہے، ہر ایک اپنے مقرر وقت تک چلتا رہتا ہے، وہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اور اس کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے مظاہر قدرت وعلم و حکمت اور بندوں کے ساتھ اپنے لطف وکرم کے اعمال و بیان کے ساتھ، اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے اعلان کر دیا کہ وہی قادرِ مطلق سب کا رب اور مالک کل ہے، اور مشرکین اس کے سوا جن معبودوں کو پکارتے ہیں وہ تو ایک تنکے کے بھی مالک نہیں ہے۔ وہ اگر انھیں پکاریں گے تو ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے، اس لیے کہ وہ بے جان ہیں، اور اگر بفرض محال

سن بھی لیں، تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں، کیونکہ وہ نفع ونقصان کی ایک ذرہ کے برابر بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں، اور قیامت کے دن تو وہ اپنے معبود ہونے اور اس بات کا قطعی طور پر انکار کر دیں گے کہ مشرکین ان کی پرستش کرتے تھے، یا وہ ان کی پرستش پر راضی تھے۔

(2) مکھی کی تخلیق تو کیا، مکھی کی چھینی چیز کو واپس لانے میں انسانیت کی بے بسی:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٧٤﴾﴾ (الحج: ٧٣تا٧٤)

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے، جسے غور سے سنو، اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے ہیں، چاہے اس کے لیے سبھی اکٹھے ہو جائیں، اور اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین لے، تو اس سے وہ چیز چھڑا نہیں سکتے، چاہنے والا اور جسے چاہا جا رہا ہے، دونوں کمزور ہیں۔''

تشریح:......اس آیت کریمہ میں معبودانِ باطلہ کی حقارت بیان کی جارہی ہے، اور ان کے پجاریوں کی عقلوں پر قائم کیا جارہا ہے کہ ذرا ہوش کے ناخن تو لو، اور غور تو کرو کہ جن کی تم اللہ کے علاوہ پوجا کرتے ہو، وہ تمام اکٹھے ہو کر ایک مکھی بھی تخلیق نہیں کر سکتے ہیں جو اللہ کی حقیر ترین مخلوق ہے، اور وہ حقیر ترین مخلوق اگر ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو اُسے وہ واپس نہیں لے سکتے ہیں۔ درحقیقت تمہارے معبودان باطل اور مکھی دونوں ہی حقیر اور کمزور ہیں۔ بلکہ تمہارے معبود تو زیادہ حقیر اور کمزور ہیں کہ وہ اپنے آپ سے مکھی کو بھی نہیں بھگا سکتے ہیں۔

(3) مشرک کی مثال مکڑی اور اس کے جالے کی اور معبودانِ باطل کی بے بسی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱﴾ (العنکبوت : ٤١)

''جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز بنالیتے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے، اور سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے، کاش کہ وہ اس بات کو سمجھتے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ''شرک'' کی شفاعت وقباحت کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا کہ جو لوگ اللہ کے سوا غیروں کو اپنا یار و مددگار مانتے ہیں اور ان کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں، ان کی مثال مکڑی اور اس کے بنے جالے کی ہے۔ مکڑی اپنا جالا اپنے اردگرد بُن کر سمجھتی ہے کہ اب وہ سردی گرمی اور ہر دشمن سے محفوظ ہے، لیکن وہ جالا کتنا کمزور ہوتا ہے، اس سے ہر کوئی باخبر ہے۔ یہی حال مشرکوں اور ان کے اولیاء کا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اصنام ان کے نفع ونقصان کے مالک ومختار ہیں، حالانکہ ان کی بے بضاعتی، بے بسی اور کمزوری کا جو حال ہے، اس سے کوئی بھی بے خبر نہیں کہ اگر مکھی بھی ان بتوں پر بیٹھ جائے تو اسے بھگانے کی ان کے اندر سکت نہیں۔ اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ ادنیٰ عقل کا انسان بھی اسے سمجھتا ہے، لیکن شرک نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے، لہٰذا ان کو کچھ بھی سمجھ نہیں آتا ہے۔

(4) معبودانِ باطلہ کی بے بسی کہ وہ ایک ذرّہ کے بھی مالک نہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝۲۲﴾ (السباء: ٢٢)

''اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے کہیے کہ جنھیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہو انھیں پکارو تو سہی، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرّہ کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے، اور نہ لوگوں میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔''

تشریح:...... اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس پر تمام کفار سے بالخصوص فرمایا کہ جن بتوں کو اللہ کے سوا تم نے اپنا معبود سمجھ رکھا ہے ذرا انہیں پکارو تو سہی، کیا وہ تمہاری پکار کا جواب دیتے ہیں۔ جواب یقیناً نفی میں ہوگا، اس لیے کہ وہ پتھر کی بے جان مورتیاں ہیں، آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی چیزوں میں سے ایک ذرّہ کے بھی مالک نہیں ہیں، نہ ہی ان کی تخلیق وملکیت میں وہ اللہ کے کسی بھی حیثیت سے شریک ہیں، اور نہ کارہائے کائنات کے چلانے میں اللہ تعالیٰ کو ان کی مدد ونصرت کی ضرورت ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ جب ان کی عاجزی اور بے کسی اس حد کو پہنچی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرح انھیں پکارنا اور ان سے امید لگانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

(5) معبودانِ باطلہ کی بے بسی کہ اُنھیں کچھ خبر نہیں کہ قبروں سے مُردے کب اُٹھائے جائیں گے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝﴾ (النمل: ٦٥تا٦٦)

''آپ کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتا ہے، اور نہ انھیں معلوم ہے کہ وہ دوبارہ کب اٹھائے جائیں گے۔ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم

یکسر عاجز ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، بلکہ اس سے اندھے ہیں۔''

تشریح:...... اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے جو الزامی باتیں کیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ غیبی امور کا علم آسمانوں اور زمین میں بسنے والی تمام مخلوقات میں سے کسی کو نہیں ہے، اُن کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

قیامت کب آئے گی اور قبروں سے مُردے کب اُٹھائے جائیں گے، اس کا علم بھی اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اور جن معبودوں کی تم پوجا کرتے ہو، انہیں تو کچھ بھی خبر نہیں کہ قیامت کب آئے گی، اور کب وہ اپنے خالق کے سامنے حساب کے لیے کھڑے ہوں گے۔ اس لیے وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں۔ اگر وہ معبود ہوتے تو انہیں قیامت کی خبر ضرور ہوتی، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلۡمُهُمۡ فِي الۡاٰخِرَةِ﴾ کا معنی یہ کیا ہے کہ لوگوں کا علم قیامت کا وقت جاننے سے عاجز ہوگیا۔ (تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ)

(6) معبودانِ باطلہ کی بے بسی کہ وہ کسی موت وحیات کے مالک ومختار نہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخۡلُقُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّ هُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ وَ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا وَّ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مَوۡتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوۡرًا ۝۳﴾ (الفرقان : ۳)

''اور مشرکوں نے اللہ کے سوا بہت سے معبود بنا لیے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے ہیں، بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں، اور اپنے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، اور نہ موت، اور نہ زندگی، اور نہ دوبارہ زندہ کرنا ان کے اختیار میں ہے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں بتلایا گیا ہے وہ لوگ مشرک ہیں جو معبودِ حقیقی اور

مالک کل و مختار کل کو چھوڑ کر غیروں کو اپنا معبود تصور کرتے ہیں جو کوئی چیز نہیں پیدا کر سکتے ہیں، اور اپنے لیے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے ہیں، چہ جائیکہ وہ اپنی پوجا کرنے والوں کو نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔ اور نہ وہ کسی کو زندگی دے سکتے ہیں نہ ہی موت، اور نہ مر جانے کے بعد دوبارہ کسی کو زندہ کر سکتے ہیں۔ ان سب قدرتوں کا مالک صرف اللہ ہے، اس لیے وہی عبادت کا مستحق ہے، مشرکین اپنی عقل پر ماتم کیوں نہیں کرتے کہ اتنی صاف ستھری بات ان کے دماغ میں نہیں آتی ہے۔

(7) معبودانِ باطل کی بے کسی کہ وہ اپنی عبادت کرنے والوں کی ادنیٰ مانگ بھی پوری نہیں کر سکتی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴾ (الرعد: ١٤)

''صرف اسی کو پکارنا حق ہے، اور جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، وہ ان کی کوئی حاجت پوری نہیں کرتے ہیں، ان کی حالت اس آدمی کی ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے، تاکہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا، اور کافروں کا اپنے معبودوں کو پکارنا رائگاں ہی جاتا ہے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں بتلایا گیا ہے کہ جو لوگ غیروں کی پوجا کرتے ہیں، ان کی مثال اس آدمی کی ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے تاکہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، لیکن پانی اس کی پیاس کو محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی دیکھ پاتا ہے کہ کوئی اپنے ہاتھ اس کے سامنے پھیلائے ہوئے ہے، اس لیے وہ نہ اس کی فریاد سن پاتا ہے اور نہ اس کے

منہ تک پہنچتا ہے۔ معبودانِ باطلہ کا حال بھی ایسا ہی ہے، وہ اپنی عبادت کرنے والوں کی ادنیٰ پکار کا بھی جواب نہیں دے پاتے ہیں اور نہ ان کی حاجت کو پورا کر سکتے ہیں۔

(8) صفاتِ الٰہیہ کا شمار اور انسانیت کی بے بسی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝۱۰۹﴾ (الکهف : ۱۰۹)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے سارا سمندر روشنائی بن جائے، تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر خشک ہو جائے گا، چاہے مدد کے لیے ہم اسی جیسا اور سمندر لے آئیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۷﴾

(لقمان : ۲۷)

''اور زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں، اور سمندر روشنائی بن جائے، اور اس کے بعد مزید سات سمندر اس کی مدد کریں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے، بے شک اللہ زبردست بڑا صاحب حکمت والا ہے۔''

تشریح:...... حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: (آیت کا شانِ نزول دلیل ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی) جس میں نبی کریم ﷺ کے جواب کی تائید تھی کہ اگر زمین کے سارے درخت کاٹ کر قلم بنائے جائیں اور بحر محیط اور اس جیسے دوسرے سات سمندروں کا پانی بطور روشنائی استعمال کیا جائے اور اللہ کا کلام لکھا جائے تو سارے درخت اور سارے سمندروں کا پانی ختم ہو جائے اور اللہ کا کلام ختم نہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ)

باب دوم

انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں شرک کی مذمت

توحید کی ضد شرک ہے، جب تک شرک کی تعریف، اس کے اسباب وعوامل اور اس کی مذمت کا علم نہ ہو صحیح طور پر کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ'' کا سمجھنا مشکل ہے۔

شرک کیا ہے؟

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

((اَلشِّرْكُ: هُوَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا ، أَوْ تَعْبُدَ مَعَهُ غَيْرَهُ مِنْ حَجَرٍ أَوْ بَشَرٍ ، أَوْ شَمْسٍ ، أَوْ قَمَرٍ ، أَوْ نَبِيٍّ ، أَوْ جِنِّيٍّ ، أَوْ نَجْمٍ ، أَوْ مَلَكٍ ، أَوْ شَيْخٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ .)) [1]

''شرک یہ ہے کہ آپ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں، اس کے ساتھ کسی کی عبادت شروع کر دیں، مثلاً پتھر، انسان، سورج، چاند، نبی، جن، ستارے، فرشتے یا کسی شیخ کی۔''

شرک کی مذمت اور دعوتِ انبیاء علیہم السلام:

انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے دین خالص کی ہدایت دی اور انھیں نبوت و رسالت کا شرف عطا فرمایا اور اگر وہ ان عظمتوں کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے، تو ان کے سارے اعمالِ صالحہ ضائع ہوجاتے۔ اٹھارہ انبیاء کرام کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر وہ شرک کرتے تو ان کے اعمالِ صالحہ ضائع ہوجاتے۔

﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا

[1] تذكرة أولى البصائر فى معرفة الكبائر، ص : ١٩.

لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ (الانعام: ۸۸)

''یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے مرحمت فرماتا ہے، اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو اُن کے اعمال ضائع ہوجاتے۔''

تشریح:...... حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر آیت (۶۵) میں فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ کہ ''آپ کو اور آپ سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بذریعہ وحی بتایا گیا ہے کہ آپ نے شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا۔'' [1]

سیّدنا نوح علیہ السلام اور شرک کی مذمت:

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف بھیجا، اور انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو دعوتِ توحید دیں، شرک سے ڈرائیں، اور انھیں بتائیں کہ اگر وہ شرک سے باز نہیں آئیں گے تو اللہ کا دردناک عذاب انھیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ②﴾ (نوح: ۱ تا ۲)

''بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (اور ان سے کہا) کہ آپ اپنی قوم کو ڈرایئے قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب نازل ہو۔ انھوں نے کہا، اے میری قوم! میں تمھارے لیے پوری صراحت کے ساتھ ڈرانے والا ہوں۔''

قوم شرک وکفر میں مبتلا ہوگئی تو آپ نے داعیانہ تقریریں کیں، مگر آپ کی وعظ ونصیحت کا ان کی کافر ومشرک قوم پر کچھ بھی اثر نہ پڑا، اور ان کا عناد بڑھتا ہی گیا، قوم کے سرغنوں نے عوام الناس کو شرک پر ابھارتے ہوئے کہا کہ جن معبودوں کی ہمارے اور تمھارے آباء

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة.

پرستش کرتے آئے ہیں، انھیں ہرگز نہیں چھوڑو، اور اُن کی عبادت پر سختی سے جمے رہو۔ تم لوگ اپنے معبود ودّ، سواع، یغوث یعوق اور نسر کو کسی حال میں فراموش نہ کرو۔

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾﴾ (نوح : ٢٣)

اور انھوں نے کہا کہ اے لوگو! تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، اور تم ''وَدّ'' کو نہ چھوڑو، اور نہ ''سواع'' اور نہ ''یغوث'' اور ''یعوق'' اور ''نسر'' کو۔

تشریح:...... امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ: قوم نوح جن معبودوں کی پرستش کرتی تھی، عربوں نے بھی اُن کی پرستش کی۔ وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قومِ نوح میں نیک لوگوں کے نام تھے، جب وہ لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر ان کے ناموں کے مجسّمے بنا کر گاڑ دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اور جب وہ لوگ مر گئے، اور ان کے درمیان سے علم اُٹھ گیا، تو ان مجسّموں کی عبادت کی جانے لگی۔ [1]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ اکثر سلف کا یہ کہنا ہے کہ: جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو لوگ ان کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے اور پھر جب کچھ عرصہ گزر گیا تو انھوں نے ان کی تصویریں بنالیں اور پھر ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد انھوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔ [2]

بالآخر انھوں نے اپنے رب سے ان کا شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے رب! میں نے انھیں جتنی باتوں کا حکم دیا، ان سب میں انھوں نے میری نافرمانی کی، اور اُن عیش پرستوں اور مالداروں کی پیروی کی جن کے مال و دولت اور ان کی اولاد نے انھیں خسارے کے سوا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورۃ نوح، رقم : ٤٩٢٠.

[2] إغاثة اللهفان : ٢٨٧/١.

کچھ بھی نہیں دیا، یعنی ان کے کفر وشرک میں اضافہ ہی ہوتا گیا، اور حق کی مخالفت وعداوت میں ان کی حد وانتہا کو پہنچ گئی۔ چنانچہ سیّدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی:

﴿وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾﴾

(نوح: ۲۴ تا ۲۷)

''اور ان لوگوں نے بہتوں کو گمراہ کردیا ہے، اور میرے رب! تو ظالموں کی گمراہی میں اضافہ ہی کردے۔ چنانچہ وہ تمام کے تمام اپنے گناہوں کے سبب ڈبودیے گئے، پھر آگ میں داخل کردیے گئے، پس انھوں نے اللہ کے سوا مددگاروں کو نہیں پایا۔ اور نوح نے کہا میرے رب! تو سرزمین پر کسی کافر کا گھر نہ رہنے دے۔ اگر تو نے انھیں چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے، اور گناہ گار بڑے کافر کے سوا کچھ نہ جنیں گے۔''

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور شرک کی مذمت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ مشرکین قریش کو جناب ابراہیم علیہ السلام کی داستانِ توحید سنا دیجیے، جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ جناب ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ وہ لوگ بتوں کی پرستش کرتے ہیں، لیکن ان کا مقصد ان کے جواب سے یہ ثابت کرنا تھا کہ یہ بت اس لائق نہیں ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر اور ان کی قوم کے دیگر افراد کے طور پر کہا کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں، اور دن بھر ان کی عبادت میں لگے رہتے ہیں، یعنی رات کے وقت ستاروں کی، اور دن میں انھیں ستاروں کے مجسّموں کی پوجا کرتے ہیں۔

﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾ وَ الَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾ وَ الَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿٨١﴾ وَ الَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٨٢﴾﴾ (الشعراء: ۷۲تا۸۲)

''ابراہیم نے پوچھا تم جب انھیں پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں یا وہ تمھیں نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا، ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔ ابراہیم نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ جن بتوں کی تم پرستش کرتے ہو۔ تم اور تمہارے گزرے ہوئے باپ دادے۔ بے شک وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے، پھر وہ میری رہنمائی کرتا ہے اور جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفایاب کر دیتا ہے اور جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا اور جس سے میں اُمید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ میرے گناہ معاف کر دے گا۔''

اور سورۃ العنکبوت میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ

تُرْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ (العنکبوت : ١٦ تا ١٧)

''اور ہم نے ابراہیم کو بھی نبی بنا کر بھیجا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، اگر تم جانتے ہو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ تم اللہ کے سوا صرف بتوں کی پرستش کرتے ہو، اور (اللہ پر) بہتان تراشتے ہو، بے شک اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں ہیں، پس تم لوگ اللہ سے روزی طلب کرو، اور اسی کی عبادت کرو، اور اسی کا شکر ادا کرو، تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔''

تشریح:...... ان آیات کریمہ کی روشنی میں پتا چلا کہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اہل بابل کو انہی میں سے ان کا باپ آزر بھی تھا، صرف معبودِ واحد اللہ کی عبادت و پرستش کی دعوت دی، شرک و معاصی سے ڈرایا، اور کہا کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن بتوں کی پوجا کرتے ہو، اور افتراء پردازی کرتے ہوئے انھیں اپنا معبود سمجھتے ہو، تو یہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ تمہاری روزی اور نفع ونقصان کا مالک تو صرف اللہ ہے، اس لیے عبادت بھی صرف اسی کی کرو۔ اور اسی نے تمھیں بے شمار نعمتیں دی ہیں۔ اس لیے شکر بھی صرف اسی کا ادا کرو، اور یاد رکھو کہ مرنے کے بعد تمھیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، اپنے اعمال کا حساب اسی کو دینا ہوگا، اس لیے صرف رب کی عبادت کرو اور اسی کو راضی کرو۔ اور اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو گزشتہ قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا، اور ان کا جو انجام ہوا تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں۔

سیّدنا یوسف علیہ السلام اور شرک کی مذمت:

سیّدنا یوسف علیہ السلام نے جیل میں ان دو لوگوں کو جو ان کے ساتھ داخل کیے گئے تھے، کو بتایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بلند رتبہ عطا فرمایا ہے، اور مجھے ایک الہامی علم حاصل ہوا، اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں کے دین کو قبول نہیں کیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، بلکہ میں اپنے آبا و اجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین پر ایمان لے آیا جو اللہ

کے انبیاء تھے اور اس تفصیل سے ان کا مقصد انھیں یہ بھی بتانا تھا کہ میں خانوادۂ نبوت کا چشم و چراغ ہوں، تاکہ جب ان کے سامنے اپنی دعوت رکھیں تو وہ غور سے سنیں۔ چنانچہ فرمانے لگے:

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (یوسف: ۳۸)

"اور میں نے اپنے باپ دادے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا دین اختیار کرلیا ہے، ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں، یہ (عقیدۂ توحید) ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے، لیکن اکثر لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے ہیں۔"

تشریح:...... اس مقام پر یوسف علیہ السلام نے شرک کی عمومی نفی کی ہے کہ چاہے کوئی چھوٹی چیز ہو یا کوئی حقیر شے، بت ہو یا فرشتہ یا کوئی جن ہو یا کوئی اور چیز، اسے اللہ کا شریک بنانا حرام ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی وحدانیت کا اقرار اور کسی اور کو اس کا شریک نہ بنانا موحد مسلمانوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہے، لیکن اکثر لوگ اللہ کے ناشکرے بندے ہوتے ہیں، اسی لیے نہ اس پر ایمان لاتے ہیں، نہ ہی اس کی توحید کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، اور نہ اس کی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔

مزید دونوں کے سامنے اپنا عقیدہ بیان کرنے کے بعد اب نہایت ہی حکمت و دانائی کے ساتھ ان کی قوم کے مشرکانہ عقیدہ کی خرابی بیان کرنے کے لیے ہی سے سوال کیا کہ:

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۰﴾ (یوسف: ۳۸ تا ۳۹)

''اے جیل کے ساتھیو! کیا کئی مختلف معبود اچھے ہیں یا اللہ جو ایک اور زبردست ہے۔ اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ صرف نام ہیں جنھیں صرف تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، ہر حکم اور فیصلے کا مالک صرف اللہ ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی صحیح اور سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

تشریح:......یعنی سیّدنا یوسف علیہ السلام نے ان دونوں جیل کے ساتھیوں سے فرمایا کہ بتاؤ، انسانوں کے لیے کئی معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا؟' تم لوگ اللہ کے سوا جن بتوں کی عبادت کرتے ہو، تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے بغیر کسی حجت و برہان کے ان کے نام ''معبود'' رکھ لیے ہیں۔ مالک اور حاکم تو صرف اللہ ہے، دین اور پرستش کے بارے میں اسی کا حکم چلتا ہے، اور اس نے تو تمھیں یہ حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کرو، کیونکہ عبادت غایت خشوع وخضوع کو کہتے ہیں، جس کا مستحق وہ اللہ عزوجل ہے جو حقیقی عظمت والا ہے اور یہی توحید باری تعالیٰ جو اس کی کمالِ عظمت پر دلالت کرتی ہے، صحیح اور برحق دین ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور شرک کی مذمت:

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وہ بنی اسرائیل جنھیں فرعون کی غلامی سے آزادی حاصل ہوئی تھی، سمندر پار کرنے کے بعد جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ یہ لوگ گائے کے مجسّموں کی پوجا کرتے تھے۔ انھیں دیکھ کر بنی اسرائیل نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کر ڈالا

کہ ہمیں بھی ایک ایسا ہی بت چاہیے جس کے سامنے جھکیں۔

﴿ وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ ﴾ (الاعراف: ۱۳۸ تا ۱۳۹)

’’اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرایا، تو ان کا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کی پوجا کر رہی تھی، وہاں معتکف تھی۔ انھوں نے کہا: اے موسیٰ! جس طرح ان کے کچھ معبود ہیں، آپ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیجیے، موسیٰ نے کہا کہ واقعی تم لوگ نادان ہو۔ بے شک یہ لوگ جس دین پر ہیں وہ تباہ و برباد کر دیا جائے گا اور ان کا تمام کیا دھرا بے کار ہو جائے گا۔‘‘

تشریح:...... علامہ بغوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ: ’’بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کوئی شبہ نہ تھا، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان بت پرستوں کی طرح ان کے لیے بھی کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جس کی تعظیم کر کے اللہ کا قرب حاصل کریں، اپنی شدتِ جہالت کی وجہ سے سمجھ بیٹھے تھے کہ اس سے ان کے دین و ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا...... انتہیٰ۔‘‘

(تفسیر بغوی، تحت الآیہ)

یہی وجہ ہے کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اُنھیں فرمایا کہ تم لوگ اللہ عزوجل کی شان وعظمت سے بالکل ناواقف ہو، عبادت کی تمام قسمیں صرف معبودِ واحد، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، ان بت پرستوں کا شرک ان کے لیے مہلک اور ان کا عمل سراسر باطل ہے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے مزید یہ بھی کہا کہ تم کیسی بہکی باتیں کرتے ہو، کیا میں تمہارے لیے اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود لاؤں؟ اور اس نے جو تمہارے اوپر احسانات کیے ہیں اور دنیا والوں پر تمھیں جو فضیلت دی ہے ان سب کو فراموش کر جاؤں؟ اور کیا تم

بھول گئے ہو کہ ابھی کچھ ہی دنوں قبل اللہ نے تمھیں فرعونیوں کے عذاب اور ان کی غلامی سے نجات دلائی ہے۔

﴿قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝﴾ (الاعراف: ۱۴۰ تا ۱۴۱)

''موسیٰ نے کہا، کیا میں تمہارے لیے اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ڈھونڈ لاؤں حالانکہ اس نے تمھیں سارے جہان پر فضیلت دی ہے۔ اور (اے بنی اسرائیل! یاد کرو) جب ہم نے تمھیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمھیں بہت سخت ایذا پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی جانب سے ایک بڑی آزمائش تھی۔''

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور شرک کا ردّ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۷۹ تا ۸۰)

''یہ ناممکن ہے کہ اللہ ایک آدمی کو کتاب وحکمت اور نبوت دے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ (وہ یہ کہے گا کہ) تم لوگ اللہ والے بن جاؤ، اس وجہ سے کہ تم لوگ دوسروں کو اللہ کی کتاب سکھاتے تھے، اور خود

بھی اسے پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ تمھیں فرشتوں اور انبیاء کو ربّ بنا لینے کا حکم دے، کیا وہ تمہارے مسلمان ہو جانے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا۔''

تشریح:...... اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی حفظہ اللہ تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن میں رقم طراز ہیں کہ: ''آیت کریمہ میں ''بشر'' کا لفظ اشارہ کرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک انسان تھے جنھیں اللہ نے رتبہ نبوت سے نوازا تھا وہ معبود کیسے ہو سکتے تھے؟

ابن اسحاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ علمائے یہود اور نجران کے نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے اور آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو ابورافع قرظی نے کہا: اے محمد! کیا تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری عبادت کریں جس طرح نصاریٰ عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں؟ تو ایک نصرانی نے بھی کہا کہ اے محمد! کیا تم واقعی ہم سے یہی چاہتے ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے یا اس کا حکم دینے سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اللہ نے مجھے اس لیے نہیں بھیجا ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا ہے۔'' (تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۸۸، ۱۸۹)

﴿إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٥٢﴾﴾

(آل عمران: ۵۱ تا ۵۲)

''بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو اس نے کہا کون ہیں جو اللہ کی طرف میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہ ہو جا کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔''

نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو معبود بنا لیا، ذیل کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس

بات کی تردید کی ہے کہ معجزاتِ عیسیٰ اور کراماتِ مریم علیہما السلام ان کے معبود ہونے کی دلیل ہیں، بلکہ اُن سے زیادہ عیسیٰ کا نبی اور مریم علیہما السلام کا ولی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾﴾

(المائدہ: ۷۵تا۷٦)

’’مسیح بن مریم ایک رسول تھے اور کچھ نہیں، ان سے پہلے بہت سے انبیاء آ چکے تھے، اور ان کی ماں ایک نیک اور پارسا عورت تھیں، دونوں ہی کھانا کھایا کرتے تھے، آپ دیکھ لیجیے کہ ہم اپنی نشانیاں کس طرح ان کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں، پھر دیکھئے کہ وہ کس طرح گم گشتہ راہ ہوئے جا رہے ہیں۔‘‘

بلکہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ کی ذات میں داخل ہو گیا، اور دونوں متحد ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ان کی تردید عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کرائی کہ اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ یعنی میں اللہ کا ایک بندہ ہوں، میں اللہ کیسے ہو سکتا ہوں؟ عیسیٰ علیہ السلام جب اپنی ماں کی گود میں تھے تو کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اور جب بڑے ہوئے اور اللہ نے انھیں نبوت سے نوازا تو بھی یہی بات کہی اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلایا، اور کہا کہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اس پر جنت حرام ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾﴾ (المائدہ: ۷۲)

''یقیناً وہ لوگ کافر ہوگئے جنھوں نے کہا کہ بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہیں، اور مسیح نے کہا، اے بنی اسرائیل! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تم سب کا رب ہے، بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

نبی کریم ﷺ اور شرک کی مذمت:

گمراہ لوگ یہ شعر پڑھتے نظر آتے ہیں ؎

خدا کے پاس کیا پڑا ہے وحدت کے سوا
جو لینا ہے ہم لے لیں گے محمد (ﷺ) سے

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (الزمر: ٦٥)

''.................. (اے رسول) آپ کو اور ان رسولوں کو جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں یہ وحی بھیجی جاچکی ہے کہ اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے سارے عمل برباد ہوجائیں گے اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔''

یہی وجہ ہے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم تو بالکل مختلف ہے۔ سیّدنا ربیعہ بن عباد الدیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے:

''اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو، تم کامیاب و کامران ہوجاؤ گے'' آپ ذوالمجاز کے بازار کے راستوں میں داخل ہوتے، لوگ آپ کے اردگرد جمع ہورہے تھے، میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے کوئی مثبت جواب دیا ہو، اور آپ بھی خاموش نہیں ہوئے یہی فرماتے رہے کہ: ''اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو، تم

کامیابی پا جاؤ گے۔'' ❶

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعض کلام میں آپ سے مراجعت کی پھر کہا ''مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ'' ''جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں'' تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَجَعَلْتَنِی لِلّٰهِ نِدًّا، بَلْ قُلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ .)) ❷

''تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کے برابر بنا دیا ہے (بلکہ یوں کہو) جو اکیلا اللہ چاہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، قَالَ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "وَيْلَكُمْ قَدْقَدْ" فَيَقُوْلُوْنَ: اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ، يَقُوْلُوْنَ هٰذَا وَهُمْ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ .)) ❸

''مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یوں کہا کرتے تھے ((لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ)) تو رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے: ''تمہاری بربادی ہو، بس کرو'' لیکن وہ کہتے: ((اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ .)) یعنی ''اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک جو تیرے لیے ہے تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور جو کچھ اس شریک کے اختیار میں ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((لَا تُطْرُوْنِی كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ

---

❶ مسند احمد: ۳/۲۔ السنة لابن ابی عاصم: ۲/۲۰۸۔ مستدرك حاكم: ۱/۱۶۵۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

❷ مسند احمد: ۱/۲۱۴۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ۱۳۶.

❸ صحيح مسلم، رقم: ۱۱۸۵.

فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ .)) [1]

''تم میرا درجہ اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح کہ نصاریٰ نے ابن مریم کا درجہ بڑھا دیا تھا، پس میں تو اس کا بندہ ہوں، پس تم یہ کہو کہ ''عبدہ ورسولہ'' ''آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

مولانا حالی نے اس حدیث پاک کی ترجمانی یوں کی ہے ع

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا بیٹا نہ بنانا
میری حد سے رتبہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انساں ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اس طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پر سرخم تم

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثْنًا يُعْبَدُ ، اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَا اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ .)) [2]

''اے اللہ! میری قبر کو وثن نہ بنا دینا کہ جسے لوگ پوجنے لگیں ان قوموں پر اللہ کا شدید غضب نازل ہوا جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الانبياء، رقم: ٣٤٤٥ عن عمر.

[2] موطا امام مالك: ١٧٢/١ـ مسند احمد: ٢٤٤/٢ـ مشكوٰة، قم: ٧٥٠ـ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا:

((إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ .)) [1]

''جب تو سوال کرے تو اللہ سے کر اور جب تو مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ۔''

سیّدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میری شادی کی صبح رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، دو ننھی بچیاں جنگ بدر میں شہید ہونے والے میرے رشتہ داروں کے بارے میں اشعار پڑھ رہی تھیں، بچیوں نے کہا: ((وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ .)) ''اور ہم میں ایک ایسے نبی کریم ﷺ موجود ہیں جو کل کو ہونے والی باتیں جانتے ہیں'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((أَمَّا هٰذَا فَلَا تَقُولُوهُ مَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ .)) ''ایسے مت کہو جو کچھ کل ہوگا، اسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''شرک سے بچو، اس لیے کہ شرک کی یلغار چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے۔'' [3]

---

1. سنن ترمذی، کتاب الزهد صفة القيامة، رقم: ٢٥١٦۔ مسند احمد: ١/٢٩٣، ٢٦٦٩۔ محدث البانی نے سے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔
2. صحيح بخاری، رقم الحديث: ٤٠٠١.
3. مسند أحمد: ٤/٤٠٣۔ مصنف ابن أبي شيبة، رقم: ٢٩٥٤.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور شرک کی مذمت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرک سے بیزاری اور توحید سے محبت کرنے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا .)) [1]

''اللہ کی قسم! مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے، بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تم لوگ دُنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے۔''

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((وَأَنَّ أَصْحَابَهٗ لَا يُشْرِكُوْنَ بَعْدَهٗ فَكَانَ كَذٰلِكَ .)) [2]

''یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اصحاب شرک نہیں کریں گے، پس اسی طرح ہوا کہ کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہم سے شرک و بدعت سرزد نہیں ہوئے۔''

علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((ولم تدعن أحد من الصحابة رضي الله عنهم وهم أحرص الخلق على كل خير أنه طلب من ميت شيئا .)) [3]

''یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑا ثواب کا حریص اور کون ہوسکتا ہے لیکن کسی صحابی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے کسی مردہ (صاحبِ قبر) سے کچھ مانگا ہو۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ١٣٤٤.

[2] فتح الباری: ٦/٦١٤.

[3] روح المعانی: ٤/١٢٠.

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے شرک کی مذمت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے نازک ترین وقت میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان خطبہ اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ آپ معبودِ واحد کی عبادت کے قائل تھے، آپ نے امت کو سنبھالا دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

((أَمَّا بَعْدُ! مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ............ الشّٰكِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ١٤٤].))

''امابعد! تم میں جو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ آپ رحلت فرما گئے ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ کی پوجا کرتا تھا تو (اس کا معبود) اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ''محمد صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ''الشاکرین'' تک۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، اللہ کی قسم! ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پہلے سے لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے، اور جب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو سب نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ اب یہ حال تھا کہ جو بھی سنتا تھا وہی اس کی تلاوت کرنے لگ جاتا تھا۔ (امام زہری نے بیان کیا کہ) پھر مجھے سعید بن مسیّب نے خبر دی کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا، جب میں نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا، جس وقت میں نے انھیں تلاوت کرتے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے تو میں سکتے میں آ گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا

بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے اور میں زمین پر گر جاؤں گا۔ ❶

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

((عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ بَلَغَهُ أَنَّ أَقْوامًا يَأْتُونَ الشَّجَرَةَ فَيُصَلُّوْنَ عِنْدَهَا فَتَوَعَّدَهُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِقَطْعِهَا فَقُطِعَتْ.)) ❷

"جناب نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ لوگ "شجرۃ الرضوان" (یعنی اس درخت کے پاس جس کے نیچے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت الرضوان لی تھی) کے پاس آ کر نمازیں پڑھتے تھے، چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ڈانٹا اور اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا، پس اُسے کاٹ دیا گیا۔"

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ابوالہیاج اُسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَ لَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ.)) ❸

"کیا میں تجھے اس کام پر مقرر نہ کروں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا اور وہ یہ ہے کہ تم کوئی تصویر و مجسمہ نہ چھوڑو مگر اسے مٹا دو، اور جو قبر زیادہ اونچی ہو اُسے (عام قبروں کے) برابر کر دو۔"

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قیصر روم ہرقل نے جناب ابوسفیان سے جبکہ آپ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے متعلق پوچھا تو جنابِ ابوسفیان نے جواب دیا، وہ فرماتے ہیں:

❶ صحيح بخاري، كتاب المغازي، رقم: ٤٤٥٤.

❷ طبقات ابن سعد: ١٠٠/٢ ـ مصنف ابن ابي شيبة: ٣٧٥/٢. ❸ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، رقم: ٩٦٩.

((أُعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا .))❶

''تم ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کرو۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا ہوئیں، پانچ نمازیں، سورۃ بقرہ کی آخری آیات اور ((غُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ أُمَّتِهٖ شَيْئًا...... .))❷ ''آپ کی اُمت میں سے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شرک نہ کیا اس کی مغفرت۔''

سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ:

سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت فرمائی:

((لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُطِعْتَ اَوْ حُرِّقْتَ...... .))❸

''اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تجھے کاٹ دیا جائے یا جلادیا جائے......''

سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ:

سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: نارِ جہنم سے مجھے کون سا عمل بچا سکتا ہے اور جنت میں کون سا عمل داخل کرسکتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگرچہ تو نے سوال بہت مختصر کیا ہے مگر بات بڑی عظیم وطویل دریافت کی ہے، اچھا تو اب مجھ سے سمجھ لے:

((أُعْبُدِ اللّٰهَ لَا تُشْرِكْ بِهٖ شَيْئًا......))❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، رقم: ۷.

❷ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۳۴۲۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۷۳/۲۷۹۔ مسند أحمد: ۳۸۷/۱.

❸ سنن ابن ماجة، کتاب الفتن، رقم: ۴۰۳۴۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

❹ مسند أحمد: ۲۳۱/۵۔ سنن ترمذی، کتاب الإیمان، رقم: ۲۶۱۶۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

''اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ:

بروایت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

((مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) ❶

''جو اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو وہ جنت میں داخل ہوا۔''

سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ:

سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے ایسا عمل بتلا دیجیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ .)) ❷

''تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی سے کام لے۔''

سیّدۃ اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوتِ توحید لے کر طائف پہنچے، کسی نے بھی توحید کو قبول نہ کیا، الٹا سنگ باری سے آپ کو لہولہان کر دیا۔

سیّدۃ اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملک الجبال میرے پاس آیا۔ مجھے سلام کیا، پھر کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں دو پہاڑوں کے درمیان انھیں کچل دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۱۲۹.

❷ صحیح بخاری، باب وجوب الزکوٰۃ، رقم: ۱۳۹۶.

نہیں بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے گا۔

((مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا .)) ❶

"جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تم سے تین باتوں پر خوش ہوتا ہے، اور تین باتوں پر ناراض ہوتا ہے۔

((يَرْضٰى لَكُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا .)) ❷

"تم سے اس پر خوش ہوتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔"

جنابِ عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل:

مشرکین مکہ کے بہادر نڈر اور میدان جنگ کے شہسواروں میں جنابِ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ کی فتح سے نوازا تو عکرمہ رضی اللہ عنہ مکہ سے فرار ہو گئے اور کسی دوسرے علاقہ میں جانے کے لیے کشتی میں سوار ہوئے تو سمندر میں انھیں طوفان نے آلیا تو کشتی والوں نے کہا، اب صرف ایک اللہ ہی کو پکارو یقیناً تمہارے الٰہ یہاں تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے، یہ اعلان سن کر جنابِ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں، اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے نجات دی کہ جس کے اندر میں مبتلا ہوں تو میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور اپنا ہاتھ ان کے پیارے پیارے ہاتھ میں دے دوں گا، تو یقیناً میں انھیں معاف کرنے والا معزز پاؤں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم: ۳۲۳۱۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۷۹۵/۱۱۱.

❷ صحیح مسلم، کتاب الأقضية، رقم: ٤٤٨١.

ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ [1]

لمحہ فکریہ:...... مکہ کے مشرک تو سورہ یونس آیت نمبر ۲۲ کے تحت سمندروں میں خالص اللہ سے دعا مانگتے لیکن ہمارے ہاں تو لوگ یہاں تک کہہ دیتے ہیں:

''اے مولا علی اے شیر خدا میری کشتی پار لگا دینا۔''

---

[1] سنن النسائی، رقم الحدیث: ٤٠٦٧ ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ١٧٢٣.

آئمہ ہدی اور شرک کی مذمت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو جس کو شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد رشید مولانا محمد بشیر الدین قنوجی (متوفی: ۱۲۹۶ھ) نے فقہ کی ایک کتاب ''غرائب فی تحقیق المذاہب'' کے حوالہ سے لکھا ہے:

> ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کچھ نیک لوگوں کی قبروں کے پاس آ کر ان سے کہہ رہا تھا: اے قبروں والو! کیا تمہیں خبر بھی ہے اور کیا تمہارے پاس کچھ اثر بھی ہے؟ میں تمہارے پاس کئی مہینوں سے آ رہا ہوں اور تمہیں پکار رہا ہوں، تم سے میرا سوال بجز دعا کرانے کے اور کچھ نہیں۔ تم میرے حال کو جانتے ہو یا میرے حال سے بے خبر ہو؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کی یہ بات سن کر اس سے پوچھا: ''کیا ان قبر والوں نے تیری بات کا جواب دیا؟'' وہ کہنے لگا: نہیں! تو آپ نے فرمایا: ''تجھ پر پھٹکار ہو، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تو ایسے (مردہ) جسموں سے بات کرتا ہے جو نہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں، نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کی آواز (فریاد) سنتے ہیں، پھر امام صاحب نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي ٱلْقُبُورِ ۝٢٢﴾ (الفاطر: ۲۲) ''(اے پیغمبر!) تو ان کو نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں۔'' [1]

---

[1] تفهيم المسائل مولانا محمد بشير الدين قنوجى.

امامِ شافعی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی طرف سے آنے والے ہر فرمان پر اللہ تعالیٰ کی مراد کے عین مطابق ایمان لاتا ہوں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آنے والے ہر فرمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کے عین مطابق ایمان لاتا ہوں۔ ❶

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''مخلوق کی تعظیم اس معنی میں قطعی ناجائز ہے کہ ان کی قبروں کو مساجد بنالیا جائے۔''

مزید فرماتے ہیں کہ: ''قبریں تو سطح زمین کے تقریباً برابر ہونی چاہئیں نہ اونچی ہوں اور نہ ہی ان پر کوئی قبہ تعمیر ہو۔'' ❷

امام مالک رحمہ اللہ:

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں کہ کیا قدریہ کے ساتھ نکاح جائز ہے، تو آپ نے سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۲۱ پڑھی کہ ﴿وَ لَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِکٍ﴾ یعنی ''غلام مومن مشرک سے بہتر ہے۔'' ❸

امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔ ❹

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((وَالشِّرْكُ فَاحْذَرْهُ فَشِرْكٌ ظَاهِرٌ ذَالْقِسْمِ لَيْسَ بِقَابِلِ الْغُفْرَانِ

---

❶ عقائد سلف صالحین، مترجم از الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی، ص: ۱۴۶.

❷ توحید الہ العالمین، ص: ۳۶۶۔۳۶۷.

❸ کتاب السنۃ لابن ابن عاصم، رقم الحدیث: ۱۹۸.

❹ توحید الہ العالمین، ص: ۷۹.

وَهُوَ اِتِّخَاذِ النِّدْ لِلرَّحْمٰنِ اَيًّا كَانَ مِنْ حَجَرٍ وَّمِنْ اِنْسَانِ يُدْعَوْهُ اَوْ يُرْجَوْهُ ثُمَّ يَخَافُهُ وَيُحِبُّهُ كَمَحَبَّةِ الدَّيَّانِ .)) ❶

''شرک سے بچو ایک قسم شرک کی بالکل کھلا شرک ہے، یہ قسم بخشے جانے کے قابل نہیں، اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک بنا دیا جائے خواہ پتھر ہو یا انسان۔ اس طرح کہ مصیبت کے وقت اس کو مدد کے لیے پکارا جائے یا اس سے نفع پہچانے کی امید کی جائے، یا غیبی طور پر ضرر پہنچانے کا خوف کیا جائے یا اس کے ساتھ اللہ کی طرح محبت کی جائے۔''

❶ الكافية الشافعية في الإنتصار للغرقة انتاجية، ص: ١٧۔ طبع هند، سنة ١٣٥٦هـ.

باب سوم

شرک کے نقصانات

(1) شرک ظلم عظیم ہے:

شرک بہت بڑی لعنت اور ظلم ہے۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ، کیونکہ شرک باللہ بہت بڑا ظلم ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝۱۳﴾ (لقمان : ۱۳)

''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا، اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا ساجھی نہ بناؤ، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

تشریح:......یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے صرف اسی کی عبادت کرے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ بندہ اپنے خالق کی مرضی کی مخالفت کرتے ہوئے غیروں کے سامنے سجدہ ریز ہو، اپنی جبین نیاز جھکائے، مرادیں مانگے اور اپنی جھولیاں پھیلائے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جب سورۃ الانعام کی آیت کریمہ (۸۲) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ نازل ہوئی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑا شاق گزرا، اور کہنے لگے کہ ہم میں سے کس نے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ ظلم کا وہ معنی نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو، ظلم سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے کو بتایا تھا کہ: اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ، کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے۔''[1]

[1] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم : ۳۳۶۰.

(2) مشرک پر جنت حرام ہے:

جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اس پر جنت حرام ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

چنانچہ اللہ ربّ العزت نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾﴾ (المائدہ: ۷۲)

''یقیناً وہ لوگ کافر ہوگئے جنھوں نے کہا کہ بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہیں، اور مسیح نے کہا، اے بنی اسرائیل! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تم سب کا ربّ ہے، بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں نصاریٰ کی اُس جماعت پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے جنھوں نے کہا کہ اللہ عیسیٰ کی ذات میں داخل ہوگیا ہے اور دونوں متحد ہوگئے ہیں۔ یعنی یہ آیت کریمہ عقیدہ وحدۃ الوجود اور حلول کی زبردست نفی کرتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ اس جماعت کی تردید سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کرائی کہ اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ یعنی میں اللہ کا ایک بندہ ہوں، میں اللہ کیسے ہوسکتا ہوں؟ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام جب اپنی ماں کی گود میں تھے تو کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اور جب بڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں علم نبوت عطا کیا تو بھی یہی بات کہی اور لوگوں کو معبودِ واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی، اور کہا کہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اسی پر جنت حرام ہے، اور اس کا مقام نارِ جہنم ہے۔

(3) مشرک کا ٹھکانہ جہنم ہے:

مشرک کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو سورۂ اعراف کی آیت (۵۰) میں بھی بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۵۰﴾﴾

(الاعراف: ۵۰)

''اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو، یا اور کچھ دے دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے تو جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔''

اور امام مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں منادی کر دے کہ جنت میں صرف مسلمان آدمی داخل ہوگا۔ [1]

(4) مشرک کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں:

مشرک کے اعمال صالحہ ضائع ہو جائیں گے، آخرت میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ انبیاء کرام کو نبی اور رسول ہونے کا جو شرف حاصل ہوا، وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوا، اور اسی ذاتِ باری تعالیٰ نے انھیں دین خالص کی ہدایت بخشی۔ اور اگر وہ ان عظمتوں اور رفعتوں کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے، تو ان کے سارے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِکَ ہُدَی اللّٰہِ یَہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ ؕ وَلَوۡ اَشۡرَکُوۡا لَحَبِطَ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۸﴾﴾ (الانعام: ۸۸)

''یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے مرحمت فرماتا ہے،

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۱۱٤.

اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو اُن کے اعمال ضائع ہو جاتے۔“

تشریح:......تو اگر دوسرے لوگ شرک کا ارتکاب کریں گے تو ان کا کیا حال ہوگا؟ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور اس کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر آیت (۶۵) میں فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾

کہ ”آپ کو اور آپ سے پہلے تمام انبیاء کرام کو بذریعہ وحی بتا دیا گیا ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا۔“ [تفسیر ابن کثیر، تحت الآیہ]

باب چہارم

اسبابِ شرک

گزشتہ سطور میں کلمہ توحید کی اہمیت وفضیلت اور ثمرات، مزید برآں شرک کی مذمت اور نقصانات کا بیان ہو چکا، اب ہم شرکیہ امور اور اسباب شرک کا بیان ہوگا۔ اور وہ یہ ہیں:

(1)...... اللہ کو چھوڑ کر انبیاء کرام اور اولیاء امت کو پکارنا

دور حاضر کے مسلمانوں کی سوء الاعتقادی دیکھئے کہ سمندر میں ہوں یا خشکی کے کسی مقام پر، ہر جگہ غیر اللہ کو پکارتے اور ''عبدالحق بیڑی میری بنے لا'' نیز ؏

(۱) بگرداب بلاد افتادِ کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

(۲) امداد کن امداد کن
از بند غم آزاد کن

(۳) در دین و دنیا شاد کن
یا شیخ عبد القادر!

کے وظیفے کرتے نظر آتے ہیں۔ انا للّٰہ وانا إلیہ راجعون!

حالانکہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی مصیبت اور پریشانی میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اُمت کو پکارنا، استغاثہ کرنا شرک ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس سے منع کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۱۸﴾ (الجن: ۱۸)

''اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے ہوتی ہیں، پس تم لوگ اللہ کے ساتھ

کسی اور کو نہ پکارو۔''

تشریح:......اس آیت کریمہ کی روشنی میں مشرکین قریش کے احوالِ واقعی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ مسجد حرام میں (جو محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی گئی تھی) اصنام و تماثیل رکھ کر ان کی پرستش کرتے تھے، اور اہل کتاب کی طرف بھی اشارہ ہے جو اپنے معبد خانوں میں سیّدنا عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کی عبادت کرتے تھے، حالانکہ مسجدیں تو اس لیے بنائی جاتی ہیں کہ وہاں صرف اللہ وحدہ لاشریک کا نام لیا جائے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں، وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں نہ کسی اور کو اللہ کی عبادت میں شریک کریں، حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں اور کلیسوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے تو اس امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں، بلکہ نبی بھی اور امت بھی سب توحید والے رہیں۔'' [1]

چونکہ حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی بھی عبادت کرے گا، جس کی کوئی دلیل نہیں ہے، تو اسے اس برے عمل کا اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر حساب دینا ہوگا، اور اسے اسی برائی کا بدلہ مل کر رہے گا:

﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ (المومنون: ۱۱۷)

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے گا، جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، پس اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا، بے شک کفار کامیاب نہیں ہوں گے۔''

[1] تفسیر ابن کثیر: ۵/۵۱۸، طبع مکتبہ قدوسیہ۔ تفسیر طبری: ۲۳/۶۶۰.

پکار کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے علاوہ نبی ہو، یا ولی، جن ہو یا انسان، ان سب کی عبادت شرک ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے سورۃ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَیُشۡرِکُوۡنَ مَا لَا یَخۡلُقُ شَیۡئًا وَّ ہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ﴿۱۹۱﴾ وَ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ لَہُمۡ نَصۡرًا وَّ لَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ ﴿۱۹۲﴾ وَ اِنۡ تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَی الۡہُدٰی لَا یَتَّبِعُوۡکُمۡ ؕ سَوَآءٌ عَلَیۡکُمۡ اَدَعَوۡتُمُوۡہُمۡ اَمۡ اَنۡتُمۡ صَامِتُوۡنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ فَادۡعُوۡہُمۡ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾ ﴾

(الاعراف: ۱۹۱ تا ۱۹۴)

''کیا وہ اللہ کا شریک اُن معبودوں کو ٹھہراتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ خود اللہ کی مخلوق ہیں۔ اور نہ وہ اپنی عبادت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں، اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم انھیں راہِ راست کی طرف بلاؤ گے تو تمہاری پیروی نہیں کریں گے، تم انھیں بلاؤ یا چپ رہو، دونوں ہی بات تمہارے لیے برابر ہے۔ بے شک اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو، وہ تم ہی جیسے اللہ کے بندے ہیں، تو تم انھیں پکارو، اور اگر تم سچے ہو تو انھیں تمہاری پکار کا جواب دینا چاہیے۔''

جس انسان کو اللہ رب العزت نے وحی، آسمانی کتاب اور نبوت جیسی نعمتوں سے نوازا ہو، اور علم شریعت کا فہم بھی عطا کیا ہو، اس کے لیے عقلی طور پر ممنوع اور مستحیل ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی عبادت یا انبیاء یا فرشتوں کی عبادت کی طرف بلائے، کیونکہ یہ کفر صریح ہے، وہ تو اللہ کی طرف سے دین خالص لے کر اس لیے مبعوث ہوا تھا کہ لوگوں کو کفر کی گمراہی سے منع کرے:

﴿ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ یُّؤۡتِیَہُ اللّٰہُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحُکۡمَ وَ النُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوۡلَ لِلنَّاسِ کُوۡنُوۡا عِبَادًا لِّیۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنۡ کُوۡنُوۡا رَبّٰنِیّٖنَ

بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾﴾ (آل عمران: ۷۹ تا ۸۰)

''یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ ایک انسان کو کتاب وحکمت اور علم نبوت دے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ (وہ یہ کہے گا کہ) تم لوگ دوسروں کو اللہ کی کتاب سکھاتے تھے، اور خود بھی اسے پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ تمھیں فرشتوں اور انبیاء کو رب بنالینے کا حکم دے، کیا وہ تمہارے مسلمان ہوجانے کے بعد تمھیں کفر کا حکم دے گا۔''

سورہ سبا میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس پر دنیا کے تمام کافروں کو عموماً اور کفارِ مکہ کو خصوصاً ارشاد فرمایا کہ جن کو اللہ کے علاوہ تم اپنا معبود سمجھتے ہو ذرا انھیں پکارو تو سہی، کیا وہ تمہاری پکار کا جواب دیتے ہیں؟ جواب درحقیقت نفی میں ہوگا، کیونکہ وہ پتھر کی بے جان مورتیاں ہیں، آسمانوں اور زمین میں موجود اشیاء میں سے ایک ذرّہ کے بھی مالک ومختار نہیں ہیں، نہ ہی ان کی تخلیق وملکیت میں وہ اللہ کے کسی بھی حیثیت سے شریک ہیں، اور نہ کارہائے کائنات کے چلانے میں اللہ کو ان کی مدد ونصرت کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾﴾ (سباء: ۲۲)

''اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے کہیے کہ جنھیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہو انھیں پکارو تو سہی، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرّہ کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے، اور نہ ان

لوگوں میں سے کوئی اس کا مددگار رہے۔''

اللہ ربّ العزت کی وحدانیت اور الوہیت اس بات کی متقاضی ہے کہ ہر قسم کی عبادت کو صرف اسی کے لیے خالص کر دیا جائے، بایں طور کہ شرک کا شائبہ تک نہ پایا جائے۔

لیکن جو لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، وہ ان معبودانِ باطل کو پکارتے ہیں، ان کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے ضلال و گمراہی کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اور ہماری حاجت برآری کے لیے اس کے نزدیک ہمارے سفارشی بنیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾﴾

(الزمر: ۳)

''آگاہ رہو کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لیے ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا کسی کو دوست بنایا (وہ کہتے ہیں)، ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، بے شک وہ لوگ جس حق بات میں آج جھگڑتے ہیں اس بارے میں اللہ ان کے درمیان روزِ قیامت فیصلہ کر دے گا، بے شک اللہ جھوٹے اور حق کے منکر کو راہِ حق کی ہدایت نہیں دیتا۔''

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا کیونکہ بیت اللہ میں الٰہ رکھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں نکالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھیں نکال دیا گیا، ان میں ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصاویر تھیں اور ان کے ہاتھوں میں قسمت آزمائی کے تیر ''پانسے'' پکڑائے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو برباد کرے،

اللہ کی قسم! یہ لوگ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ انھوں نے کبھی پانسے نہیں پھینکے، اب آپ ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کے کونوں میں اللہ اکبر کہا، اور نماز پڑھی۔'' ❶

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنے کے لیے آتے ہیں اور وہ اس غرض سے آتے ہیں کہ انھیں پکاریں اور ان سے سوال کریں یا ان کی عبادت کی غرض سے آتے ہیں تو وہ مشرک ہیں۔'' ❷

❶ صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث: ۱۶۰۱.

❷ الرد علی الأخنائی، ص: ۵۲۔ شرک کے چور دروازے، ص: ۱۸۴۔

(2)......غیر اللہ کو مشکل کشا ماننا

جب انسان کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے، کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے، یا کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے، یا کسی ظالم کے ہتھے چڑھ جاتا ہے، تو وہ بے تحاشا کسے پکارتا ہے، اور کون ہے جو اس کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے؟ اور کون ہے جو کچھ کو موت دیتا رہتا ہے اور ان کی نسلوں کو زمین کا وارث بناتا رہتا ہے؟ جواب یقیناً معلوم ہے کہ وہ اللہ عزوجل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ ﴾

(النمل : ٦٢)

"یا وہ ذات بہتر ہے، جسے پریشان حال جب پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے، اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ اور تمھیں زمین میں جانشین بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی یہ کام کرتا ہے۔ لوگو! تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔"

مزید سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ﴿٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿٥٧﴾ ﴾ (بنی اسرائیل : ٥٦ تا ٥٧)

''آپ کہہ دیجیے کہ تم اُن کو پکارو جنھیں اللہ کے سوا تم نے اپنا معبود سمجھ رکھا ہے، وہ نہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، اور نہ ہی اُسے بدل ڈالنے کی، جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں، کہ کون اس کے زیادہ قریب ہوجائے، اور اس کی رحمت کی اُمید کرتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے ڈرا جاتا ہے۔''

تشریح:...... مذکورہ آیت کریمہ میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو فرشتوں کے مجسّموں کی پرستش کرتے تھے، اور اُن اہل کتاب کی بھی تردید کی گئی ہے جو سیّدنا عزیر، عیسیٰ اور مریم علیہم السلام کے معبود ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اللہ رب العزت نے پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ آپ ان تمام مشرکین اور اہل کتاب سے کہہ دیجیے، جو اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں کہ تم پر جب کوئی مصیبت اور پریشانی آئے تو ذرا اپنے معبودوں کو پکار کر دیکھو تو سہی، کیا وہ تمہاری تکلیف کو دور کردیتے ہیں، یا دوسروں کی طرف اسے پھیر دیتے ہیں؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اس کی یقینی طور پر قدرت و طاقت نہیں رکھتے، کیونکہ نفع اور نقصان پر قادر تو صرف اللہ ہے۔

مزید فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام، فرشتے، جن اور دیگر صالحین، جنھیں یہ مشرکین پکارتے ہیں، یہ سب تو خود اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اللہ رب العزت کے ہاں قرب چاہتے ہیں، اللہ کی رحمت کی امید لگائے رہتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، کیونکہ اس کا عذاب تو اتنا سخت ہے کہ اس سے تمام عقل وخرد والے پناہ مانگتے ہیں۔ تو جو خود اپنے انجام سے واقف نہیں، اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں؟ ان کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس پر کفارِ عرب سے کہا گیا کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں

کسی حال میں اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں، اور اس کے علاوہ کسی کو بھی نہ پکاروں جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اس لیے کہ ایسا کرنے سے ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔ اس کے برعکس اگر اللہ مجھے کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اس کے علاوہ کوئی اسے دور نہیں کر سکتا، اور اگر وہ مجھے کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝﴾ (یونس: ۱۰۷)

”اور اگر اللہ آپ کو کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اس کے علاوہ کوئی اسے دور نہیں کر سکتا ہے، اور اگر وہ آپ کے لیے کوئی بھلائی چاہے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روک نہیں سکتا ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے، اور وہ بڑا مغفرت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اور سورۃ الانعام میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الانعام: ۱۷)

”اور اگر اللہ تمھیں کسی تکلیف میں مبتلا کر دے، تو اللہ کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تمھیں کوئی بھلائی پہنچاتا ہے، تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔“

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا

الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .)) [1]

''اے اللہ! تو جسے دے اسے کوئی منع نہیں کرسکتا، اور تو جسے منع کر دے، اسے کوئی دے نہیں سکتا، اور کسی صاحبِ حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابلہ میں نفع نہیں پہنچا سکتی۔''

تتمہ

اس کے برعکس لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیروں کو داتا، مشکل کشا، غوث الاعظم، غریب نواز، دستگیر، گنج بخش اور مددگار بنا رکھا ہے۔ حالانکہ یہ خاص اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، ان میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا شرک فی توحید السماء والصفات ہے۔

داتا:

عموماً لوگ علی ہجویری کو ''داتا'' کہتے ہیں، ''داتا'' کا معنی ہے، دینے والا، عطا کرنے والا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ ورد فرمایا کرتے تھے کہ ''المعطی'' دینے والا، داتا، اللہ عزوجل ہے، جیسا کہ ابھی اس دعا میں گزرا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو ''داتا'' کہنا شرک ہے۔

مشکل کشاء:

ایسے ہی بعض لوگ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا تصور کرتے ہیں، حالانکہ خود سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل سے اپنی حاجت کا مداویٰ کرتے، اور اپنا مشکل کشا اللہ عزوجل کو مانتے، ان سے چند اشعار اس طرح منقول ہیں:

ینادی بالتضرع یا الاھی
اقلنی عشرتی واستر عیوبی
فزعت إلی الخلائق مستغیثا
ولم ألر فی الخلائق من مجیب

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأذان، رقم: ٨٤٤۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ١٣٣٨.

فأنت تجيب من يدعوك ابي
وتكشف ضر عبدك يا حبيبى
ودائى باطن ولديك طب
ومن لى مثل طبك يا طبيب

[دیوان علی رضی اللہ عنہ، ص: ۱۵]

اشعار کا ترجمہ:

''اے اللہ! میں تجھے عاجز اور تضرع کے ساتھ پکارتا ہوں، تو میری لغزشوں کو معاف کر دے اور میرے عیبوں پر پردہ ڈال دے۔ اے میرے محبوب ترین اللہ! تیرے علاوہ کوئی فریاد سننے والا نہیں ہے۔ پس تو ہی پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے، اور تو ہی اپنے بندوں کی مصیبتوں میں کام آتا ہے، اُن کی مشکل کشائی کرتا ہے۔ اے میرے طبیب اللہ! میری روحانی بیماریوں کا علاج کرنے والا بھی تو ہی ہے، تیرے سوا اور کون ہے جو میرا علاج کر سکے؟''

سوال:...... بحوث العلمیۃ والافتاء کی فتویٰ کمیٹی کو یہ سوال موصول ہوا کیا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مصائب کے وقت کسی کی مدد کر سکتے ہیں؟

جواب:...... حضرت علی کو شہید کیا گیا اور وہ اپنے قاتل کی تدبیر کو معلوم نہ کر سکے اور نہ اپنے نفس سے اس مصیبت کو دور کر سکے تو یہ دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی وفات کے بعد کسی دوسرے کی مشکلات کو دور کر سکتے ہیں جب کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی مشکل کو دور نہ کر سکے؟

پس جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا فوت شدگان میں سے کوئی اور شخصیت نفع پہنچا سکتی ہے یا مدد کر سکتی ہے تو وہ مشرک ہے کیونکہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہیں تو جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ یہ خصوصیات کسی اور میں بھی ہیں یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور

سے مدد طلب کرے تو اس نے گویا اسے اپنا الٰہ بنالیا، جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾﴾ (یونس: ۱۰۷)

''اور اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کو دور کرنے والا بھی کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (فتویٰ کمیٹی، فتویٰ اسلامیہ، جلد اوّل)

گنج بخش:

کچھ خواجہ فرید کو گنج شکر تصور کرتے ہیں، گنج بخش کا مطلب ہے ''خزانے عطا کرنے والا'' اگر قرآن مجید کی رو سے دیکھا جائے تو گنج بخش اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانِ اقدس پر مشرکین مکہ کو کہلوایا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اللہ نے روزی کے خزانے میرے حوالے نہیں کردیے ہیں، کہ میں اس میں سے تمہاری خواہش کے مطابق تمھیں دیتا رہوں، اور پہاڑ کو سونے میں بدلتا رہوں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾﴾ (الانعام: ۵۰)

''آپ کہہ دیجیے، میں تمھیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ تک بھیجی جاتی ہے، آپ کہیے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتا ہے، کیا تم لوگ سوچتے نہیں۔''

خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ چنانچہ سورۃ الحجر میں ارشاد فرمایا:

﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢١﴾﴾

(الحجر : ٢١)

''اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور اُسے ہم ایک معین مقدار میں ہی اُتارتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا تھا: ''کہ جب سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو، اور جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو۔ اور یہ جان لو اگر پوری اُمت تمھیں کوئی نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو تمھیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی الا یہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر پوری امت تمھیں کوئی نقصان پہنچانے کے لیے اکٹھی ہو جائے تو وہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی الا یہ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔''[1]

غوث، دستگیر:

بعض لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق یہ نظریہ اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ غوث الاعظم اور دستگیر ہیں۔ وہ غوث الاعظم اور دستگیر کیسے بن سکتے ہیں، جبکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی دستگیری اور مدد کے محتاج تھے۔ چنانچہ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''گلستان، ص ۱۱۶'' پر ایک واقعہ درج کیا ہے، لکھتے ہیں:

''عبد القادر گیلانی کا دید ند رحمته اللہ علیه حرم کعبه روئے برحصار نہادہ و میگفت که یا غفور یا رحیم به بخشائے و اگر مستوجب عقوبتم مرا روز قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نباشم.''

[1] سنن ترمذی، کتاب الزهد صفة القیامة، رقم : ٢٥١٦۔ المشکاۃ، رقم : ٥٣٠٢۔ ظلال الجنة، ٣١٦۔ ٣١٨۔ الأربعین للنووی، ص : ٦٠۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' اور امام ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔

''شیخ عبدالقادر جیلانی کو لوگوں نے حرم مکی میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی پتھروں پر رکھے انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ کو پکار رہے تھے، اے میرے گناہوں کے بخشنے والے، اے میرے مہربان، تو میرے گناہ معاف کر دے، اور اگر میں تیرے عقاب و عذاب کا حق دار ہوں تو پھر قیامت کے روز مجھے نابینا کر کے اٹھانا تاکہ نیک لوگوں کے سامنے شرمسار نہ ہوں۔''

قارئین کرام! جو شخص انھیں دستگیر اور غوث الاعظم سمجھتا ہے وہ اس واقعہ پر غور ضرور کرے۔ إن فی ذلك لعبرة لمن یخشٰی .

غوث بھی اللہ رب العزت ہے جب کوئی پریشانی اور مصیبت آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ رب العزت کو پکارا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی:

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹﴾ (الانفال: ۹)

''جب تم لوگ اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تو اس نے تمہاری فریاد سن لی اور کہا کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کروں گا جو یکے بعد دیگرے اُترتے رہیں گے۔''

تشریح:...... امام مسلم نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا مجھ سے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار ہے، اور صحابہ صرف تین سو دس اور کچھ یعنی تین سو تیرہ مرد ہیں، تو قبلہ کی طرف رُخ انور کر کے دست بدعا ہوگئے کہ اے میرے اللہ! مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے آج پورا کر دے، اے اللہ! مجھ سے جو وعدہ کیا تھا، عطا فرما، اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری عبادت کون کرے گا؟ رسول اللہ ﷺ ہاتھ اٹھائے اسی طرح دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی چادر آپ کے کندھے مبارک سے نیچے گر گئی،

تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی چادر آپ کے کندھے پر دوبارہ رکھ دی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اب بس کیجیے، اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ (مذکورہ) آیت نازل فرمائی۔'' [1]

اور اہل ایمان و اسلام کو یہ عظیم بشارت دی کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا قبول ہوگئی اور اللہ رب العزت ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ قلب مسلمانوں کی مدد کرے گا، اور یہ بشارت درحقیقت مسلمانوں کے اطمینان کے لیے تھی، ورنہ اللہ تعالیٰ تو بغیر اسبابِ ظاہری کے اپنے بندوں کی نصرت پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

غریب نواز:

غریب نواز بھی وہی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ﴿١٥﴾﴾

(الفاطر: ١٥)

''اے لوگو! تم ہی سب اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ تو بڑا بے نیاز اور تمام تعریفات کا حق دار ہے۔''

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے رب سے دعا کی کہ میرے رب! روزی حاصل کرنے کا جو ذریعہ میرے سامنے ظاہر ہوا ہے، میں اس کا محتاج ہوں یعنی دونوں لڑکیوں کے باپ کو ایک مزدور کی ضرورت ہے، اور مجھے روزی کی ضرورت ہے۔

﴿رَبِّ إِنِّى لِمَآ أَنزَلْتَ إِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾﴾ (القصص: ٢٤)

''میرے رب! اس وقت تو جو خیر بھی میرے لیے بھیج دے، میں اس کا محتاج ہوں۔''

اور سورۃ محمد میں ارشاد فرمایا کہ اللہ ہی غنی اور بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا وہی مالک ہے، محتاج تو بندے ہیں کہ کوئی چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے، ان کی

[1] صحیح مسلم، کتاب الجهاد، رقم: ١٧٦٣.

زندگی کا ایک ایک لمحہ محتاجیوں سے گھرا ہوا ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾ (محمد : ۳۸)

''اور اللہ ہی غنی ہے، اور تم محتاج و فقیر ہو۔''

مگر لوگوں نے غیروں کو غریب نواز سمجھ رکھا ہے۔ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے، بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ یہاں تک کہ اگر وہ گھوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی داخل ہو جاؤ گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا پہلے لوگوں سے یہود و نصاریٰ آپ کی مراد ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اور کون ہو سکتے ہیں؟''[1]

اس حدیث کے تحت یہ کیسے ممکن تھا کہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کرام کو رب کا بیٹا اور عالموں اور درویشوں کو اللہ کے علاوہ تو داتا بنائیں اور اُمت مسلمہ ان کے طور طریقوں پر نہ چلے یہ ممکن نہ تھا کیونکہ یہ تو نبی کریم ﷺ صادق المصدوق کی پیش گوئی تھی، لہٰذا اس کو ہر لحاظ سے پورا ہونا تھا۔

کون نہیں جانتا کہ اُمت مسلمہ کے ایک طبقہ نے نبی کریم ﷺ کو ''نور من نور اللہ'' اور اولیاء کرام کو داتا، مشکل کشا، غوث، گنج بخش، دستگیر اور غریب نواز بنا ڈالا اور قیامت برپا ہونے سے پہلے نبی کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوگئی۔ ورنہ قیامت برپا نہ ہوتی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتَّى يَعْبُدُوا الْأَوْثَانَ.))[2]

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے

---

[1] صحیح بخاری، رقم: ۷۳۲۰، ۳۴۵۶۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۶۶۹.

[2] سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم الحدیث: ۲۲۱۹۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۶۸۳.

جا ملیں گے اور بتوں کی عبادت کریں گے۔''

نبی کریم ﷺ سے بعض نئے مسلمان صحابہ نے کہا تھا کہ:

((اِجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ .))

''ہمارے لیے ذات انواط مقرر فرما دیجیے۔''

اُن کی یہ بات سنی تو رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کر کہا فرمایا: یہ بالکل اُسی طرح کی بات ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:

﴿ اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾ (الاعراف: ۱۳۸)

''ہمارے لیے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجیے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔''[1]

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ قوم نوح علیہ السلام کے نیک صالحین اولیاء کرام وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

((فظهر لهٰذا أن أصل عبادة الأوثان والأصنام من تعظيم قبور الأولياء والصالحين ولهٰذا نهى الشارع ﷺ عن تعظيم القبور والصلوة عندها والعكوف عليها فان هو الذى أوقع الأمم الماضية بالشرك الأكبر.)) [2]

''اس سے یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ بت پرستی اور صنم پرستی کی اصل اولیاء و صالحین کی قبروں کی تعظیم کرنے سے ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے قبور کی تعظیم اور اُن کے پاس نماز ادا کرنے اور ان پر اعتکاف کرنے سے منع کیا ہے، بلاشبہ یہ چیز وہی ہے جس نے گزشتہ امتوں کو شرکِ اکبر میں مبتلا کر دیا تھا۔''

---

[1] مسند احمد: ۱۶۶/۳۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۱۸۰۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۶۷۰۲۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] تذکرۃ اولی البصائر، ص: ۲۹.

(3)...... غیر اللہ سے مدد طلب کرنا

کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ:

۱: احمد رضا آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں، وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ [1]

۲: احمد رضا صاحب کے ایک پیروکار اپنے مطاع و مقتداء سے نقل کرتے ہیں کہ:

''رسول اکرم ﷺ زمینوں اور لوگوں کے مالک ہیں اور تمام مخلوقات کے مالک ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں نصرت اور مدد کی کنجیاں ہیں۔ اور انہی کے ہاتھ میں جنت و دوزخ کی کنجیاں ہیں۔ اور وہی ہیں جو آخرت میں عزت عطا فرماتے ہیں۔ اور حضور ﷺ قیامت کے دن صاحب قدرت اور بااختیار ہوں گے۔ اور حضور اکرم ﷺ مصیبتوں اور تکالیف کو دور فرماتے ہیں اور وہ اپنی امت کے محافظ اور مددگار ہیں۔'' [2]

انسان، انسان سے مدد طلب کر سکتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (المائدہ: ۲)

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں آپس میں تعاون کرو۔''

مگر مافوق الاسباب مدد اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کی جائے، اس کے علاوہ کوئی مددگار نہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝﴾ (الانفال: ۹)

---

[1] انوار رضا، ص: ۲۴۶۔

[2] انوار رضا، ص: ۲۴۰، مقال اعجاز البریلوی۔

''جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اُس نے تمھاری سن لی اور کہا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کروں گا جو یکے بعد دیگرے اُترتے رہیں گے۔''

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار ہے، اور صحابہ صرف تین سو دس اور کچھ ہیں، تو قبلہ کی طرف رخ انور کر کے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی شروع کی کہ اے اللہ! مجھ سے جو وعدہ کیا تھا، اسے آج پورا کردے، اے اللہ! مجھ سے جو وعدہ کیا تھا، عطا فرما، اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری عبادت کون کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلائے دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی چادر گر گئی، تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی چادر آپ کے کندھے پر لوٹا دی اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! اب بس کیجیے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔'' [1]

تشریح:...... یعنی اہل اسلام کو بشارت دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے مسلمانوں کی مدد فرمائے گا، اور یہ بشارت اہل اسلام کے اطمینانِ قلب کے لیے تھی، ورنہ اللہ تو بغیر کسی ظاہری سبب کے اپنے بندوں کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ اس لیے تو فرمایا: ﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ (الانفال: ۱۰)

''اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔'' [تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ]

مافوق الاسباب غیر اللہ سے مدد چاہنا شرک ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت فرمائی کہ:

((اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ .)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجهاد، رقم: ۱۷۶۳.

[2] سنن ترمذی، ابواب صفة القیامة، رقم: ۲۵۱۶۔ المشکاة، رقم: ۵۳۰۲۔ ظلال الجنة: ۳۱۶۔ ۳۱۸.

''جب تو مدد طلب کرے، تو اللہ سے کرے۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فتوح الغیب (ص:۱۰۳) میں یہ حدیث لانے کے بعد لکھتے ہیں: ''یعنی ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس حدیث کو اپنے دل کے سامنے آئینے کی طرح رکھے، اسے اپنی زندگی گزارنے کے لیے نمونہ بنائے اور پوری زندگی اس حدیث پر عمل کرتا رہے تاکہ دنیا و آخرت میں سلامت رہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے ساتھ دونوں جہانوں میں عزت حاصل کرے۔''

ہر نمازی، ہر نماز کی ہر رکعت میں اقرار کرتا ہے کہ:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ (الفاتحہ: ۵)

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں عبادت و استعانت دونوں چیزوں کو اللہ کے لیے خاص کیا گیا ہے، اور اللہ عزوجل کے علاوہ تمام مخلوقات سے ان کی نفی کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر ایک کی غلامی سے آزاد کر کے ایک اللہ کا بندہ بنا دے، اُس کے ساتھ کسی چیز کو عبادت میں شریک نہ کرے، نہ اُس جیسی کسی سے محبت کرے، اور نہ اُس جیسا کسی سے ڈرے، نہ اُس جیسی کسی سے امید رکھے، صرف اُسی پر توکل کرے، نذر و نیاز، خشوع و خضوع، تذلل و تعظیم اور سجدہ تقرب سب کا مستحق صرف وہی ہے، جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ لیکن حضرت انسان نے ہمیشہ ہی اس کی تعلیم کو پس پشت ڈالا، اور اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا، غیروں سے مدد مانگی، شرک کے ارتکاب کے لیے بہانے تلاش کیے، اور اللہ کے بجائے انبیاء، اولیاء، صالحین اور قبروں میں مدفون لوگوں سے مدد مانگی جاہل لوگ دور سے ہی کہہ دیتے ہیں کہ ''یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ''۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ: ''بندہ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ﴿إِيَّاكَ

﴿نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کہے۔ اس لیے کہ شیطان اُسے شرک کرنے کا حکم دیتا ہے اور نفس انسانی اس کی بات مان کر ہمیشہ غیر اللہ کی طرف ملتفت ہو جاتا ہے، اس لیے بندہ ہر دم محتاج ہے کہ وہ اپنے عقیدۂ توحید کو شرک کی آلائشوں سے پاک کرتا رہے۔ انتہی''

مشرکین کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ۝۱۹۷﴾ (الاعراف: ۱۹۷)

''بے شک جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ تمھاری مدد نہیں کر سکتے ہیں اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت (۱۶۰) میں ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تمھاری مدد کرنی چاہے جیسا کہ میدانِ بدر میں کیا، تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اور اگر اپنی مدد کھینچ لے جیسا کہ میدانِ اُحد میں کیا تو کوئی تمھاری مدد کو نہیں آ سکتا، اس لیے کہ تمام اُمور صرف اللہ کے اختیار میں ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۶۰﴾

(آل عمران: ۱۶۰)

''اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا، اور اگر وہ تمھارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمھاری مدد کرے گا؟ اور مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

(4)......غیر اللہ کو روزی رساں سمجھنا

روزی رساں اور نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو روزی رساں اور نفع ونقصان کا مالک سمجھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں مشرکین کی بایں الفاظ مذمت فرمائی:

﴿إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾﴾

(العنکبوت: ۱۷)

”بے شک اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمھاری روزی کے مالک نہیں ہیں، پس تم لوگ اللہ سے روزی طلب کرو، اور اسی کی عبادت کرو، اور اسی کا شکر ادا کرو، تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔“

مزید ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٣﴾﴾

(الفاطر: ۳)

”اے لوگو! تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ کے سوا اور کوئی پیدا کرنے والا ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے روزی پہنچاتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس تمھاری عقل کیوں ماری گئی ہے۔“

تشریح:...... اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو حکم دیا ہے کہ ان کے لیے اللہ کی نعمتوں کا جو عام فیضان ہے، اسے یاد کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں، تاکہ وہ نعمتیں باقی رہیں اور مزید نعمتوں کا تسلسل باقی رہے۔ اور ان نعمتوں کو یاد کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب بندہ یہ سمجھے گا کہ ان نعمتوں کا پیدا کرنے والا اور انھیں اس تک بھیجنے والا صرف اللہ ہے تو لامحالہ ایک سلیم الفطرت انسان کے خاطر میں یہ بات آئے گی کہ عبادت کا بھی وہی تنہا مستحق ہے، اور اس سے بڑھ کر ناشکری کیا ہوسکتی ہے کہ کھلائے وہ مالک کل اور بندہ گائے کسی اور کا۔ یہی وجہ ہے آخر آیت میں یہ فرمانے کی کہ ﴿فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ﴾ ''تم لوگ اس کی وحدانیت سے کیوں روگردانی کرتے ہو؟!''

اور سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾﴾

(یونس : ۳۱)

''آپ پوچھئے کہ تمھیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام اُمور کی دیکھ بھال کرتا ہے، وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ تو آپ کہیے کہ پھر تم لوگ شرک سے کیوں نہیں بچتے ہو۔''

تشریح:...... مذکورۃ الصدر آیت کریمہ میں مشرکین کو دعوت فکر ونظر دی جارہی ہے کہ جب تم اعتراف کرتے ہو کہ وہ ذاتِ واحد سب کا رازق ہے، اسی نے قوتِ سماعت اور بصارت عطا کی ہے، وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور وہی سارے جہاں کا تنہا مدبر ہے، تو پھر تمھیں کیسے ڈر نہیں لگتا کہ اسے چھوڑ کر غیروں کی پوجا کرتے ہو؟

سورۃ الانعام میں بیان فرمایا:

﴿ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (الانعام: ١٤)

''آپ فرما دیجیے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا دوست اور مولیٰ بنا لوں، جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہ سب کو روزی دیتا ہے، اور اسے روزی نہیں دی جاتی، آپ کہیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ پہلا مسلمان بنوں، اور (کہا گیا ہے کہ) تم مشرک نہ بن جاؤ۔''

تشریح:...... مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو بتوں کی عبادت کرنے کو کہا، تو اللہ عزوجل نے ان سے کہا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ کیا میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود بنالوں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اور جو تمام مخلوقات کا روزی رساں ہے، اور وہ ان کا محتاج نہیں ہے۔ آپ فرما دیجیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں وہ پہلا شخص بنوں جو اللہ کے حضور مخلصانہ طور پر اپنا سر جھکا دے، تاکہ دوسروں کے لیے خیر کا نمونہ بنوں، اور مجھ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم مشرکوں میں سے نہ بنو۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ زمین پر چلنے والے جتنے جاندار ہیں، وہ ان سب کو ان کی تخلیق وتکوین کے مطابق روزی پہنچاتا ہے، یہ اس کا اٹل وعدہ ہے، جو بطور منت واحسان پورا کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (هود: ٦)

''اور زمین پر جو جانور بھی پایا جاتا ہے، اس کی روزی اللہ کے ذمے ہے، وہ ہر ایک کے دنیاوی (عارضی) اور اخروی (دائمی) ٹھکانوں کو جانتا ہے، ہر بات کھلی

کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔"

سورۃ العنکبوت میں اس بات کو یوں بیان فرمایا:

﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ۖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ (العنکبوت: ٦٠)

"اور بہت سے ایسے چوپائے ہیں جو اپنی روزی نہیں ڈھوئے پھرتے ہیں، اللہ انھیں اور تمھیں روزی دیتا ہے، اور وہ بڑا سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔"

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں بھی بتلایا گیا ہے کہ روزی کا تعلق زمین سے نہیں، بلکہ اللہ سے ہے، وہ ہر جاندار کو روزی پہنچاتا ہے، چاہے وہ کمزور ہو جو اپنی روزی نہ ڈھوسکتا ہو، طاقتور ہو جو اپنی روزی اپنے ساتھ ڈھوسکتا ہو، اللہ تعالیٰ ہر ایک کا روزی رساں ہے، چاہے وہ دنیا کے جس گوشے میں بھی رہتا ہو۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا بلند و بالا پروردگار فرماتا ہے: "اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہوجا، میں تیرے دل کو غنٰی سے اور ہاتھوں کو رزق سے بھر دوں گا۔ اے ابن آدم! مجھ سے دور نہ جا وگرنہ میں تیرے دل کو محتاجی اور تیرے ہاتھوں کو بے کار کاموں سے بھردوں گا۔" [1]

[1] مستدرك حاكم، كتاب الرقاق، النبى ﷺ أكل خشنا، رقم: ٧٩٩٦ـ سلسلة الصحيحة: ٣٤٧/٣، ٣٢٦/٤.

(5)......اللہ کے سوا کسی کو عزت و ذلت کا مالک سمجھنا

اللہ تعالیٰ مالک کل، مالک مطلق اور مالک حقیقی ہے۔ اپنے ملک میں جسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، ایجاد کرتا ہے، ختم کرتا ہے، مارتا ہے، زندہ کرتا ہے، عذاب یا ثواب دیتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ کوئی اُسے روک سکتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے، بادشاہ بنا دیتا ہے، اس لیے کہ حقیقی بادشاہت اسی کے ساتھ خاص ہے اور دوسروں کی بادشاہت مجازی اور عارضی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں عزت و ذلت ہے، اور اسی کے ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں۔

ارشاد فرمایا:

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۶ ﴾ (آل عمران : ۲٦)

”آپ فرما دیجیے کہ اے میرے اللہ! حقیقی بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ذلیل بنا دیتا ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝۱۸ ﴾

(الحج : ۱۸)

”اور جسے اللہ رسوا کر دے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا ہے، بے شک اللہ جو

چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ قنوتِ وتر میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ .)) ❶

"اور جس کا تو والی بن جائے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا، اور جس کا تو دشمن بن جائے وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا۔"

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ﴿ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ "جلال اور عزت والا" بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلِظُّوْا بِیَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ .)) ❷

"یا ذا الجلال والاکرام کو اپنا ورد خاص بنا کر رکھو۔"

لہٰذا کسی غیر کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ میری عزت و ذلت کا مالک ہے، شرک ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ((لَا مُعِزَّ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مُذِلَّ اِلَّا اللّٰہُ .))

---

❶ سنن الکبریٰ للبیہقی : ۲۹۰/۲۔ سنن ابوداؤد، باب القنوت فی الوتر، رقم : ۱۴۲۵۔ محدث البانی نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

❷ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۲۴۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۵۳۶.

(6)...... غیر اللہ کو شفا دینے والا سمجھنا

بیماری سے شفا عطا فرمانے والی ذات بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے شفا کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان پر ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾﴾ (الشعراء: ٨٠)

''اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہ مجھے شفایاب کرتا ہے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ادب کے طور پر بیماری کو اپنی طرف اور شفا کو اللہ کی طرف منسوب کیا، ورنہ معلوم ہے کہ مرض اور شفا دونوں ہی اللہ کی جانب سے ہوتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اللہ کے علاوہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

((مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ دَاءٍ إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً .)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اتاری ہے اس کا علاج بھی اتارا ہے۔''

سیّدنا اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری موجودگی میں کچھ اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! کیا ہم دوا سے علاج کر سکتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اے اللہ کے بندو! دوا استعمال کرو اس لیے کہ اللہ عزوجل نے جو بھی بیماری رکھی ہے اس کا علاج بھی رکھا ہے، ایک بیماری کے علاوہ اور وہ بڑھاپا ہے۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، رقم: ٥٦٧٨.

[2] مسند أحمد، رقم: ١٤٨١ـ الأدب المفرد، رقم: ٢٩١ـ سنن ترمذي، كتاب الطب، رقم: ٢٠٣٨ـ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ادعیہ مبارکہ میں یہ بات انتہائی واضح ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے شفا طلب فرماتے۔ سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی ایسا مسلمان بندہ نہیں کہ جو اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے آئے جو سوائے مرض الموت کے، کسی اور بیماری میں مبتلا ہو اور وہ سات (۷) باریوں پڑھے:

((اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ .))

''میں اللہ عظیم و برتر جو کہ عرش عظیم کا رب ہے سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفایاب کردے۔''

مگر یہ کہ اُسے عافیت مل جاتی ہے۔ [1]

سیّدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کے لیے آئے تو یہ کلمات ادا کرے:

((اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ ، يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا أَوْ يَمْشِيْ لَكَ اِلَى صَلَاةٍ .)) [2]

''اے اللہ! اپنے بندے کو شفا عطا فرما کہ تیری راہ میں دشمن کو زخمی کرے یا تیری رضا کے لیے کسی کی نمازِ (جنازہ) کے لیے جائے۔''

ان ادعیہ سے بھی پتا چلتا ہے کہ شفا من جانب اللہ ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پیر، فقیر اور ولی کو شافی سمجھے وہ مشرک ہے۔

❀❀❀❀

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الطب، رقم: ٢٠٨٣ ـ مسند أحمد: ٢٣٩/١ ـ احمد شاکر نے اسے 'صحیح الاسناد' قرار دیا ہے۔

[2] سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، رقم: ٣١٠٧ ـ مستدرك حاكم: ٣٤٤/١، ٥٤٩ ـ امام حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے اور ذہبی نے اس پر ان کی موافقت کی ہے۔

(7)......غیر اللہ کو اولاد عطا کرنے والا سمجھنا

آسمان اور زمین کا بادشاہ صرف اللہ عزوجل ہے، اس کی بادشاہت میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے، وہ جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، کسی کو بیٹا دیتا ہے، کسی کو بیٹی دیتا ہے، اور کسی کو دونوں دیتا ہے، اور کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے یعنی اس کے یہاں اولاد نہیں ہوتی۔ ان تمام رازوں اور بعیدوں کو صرف وہی جانتا ہے، اور وہ ہر بات کی قدرت رکھتا ہے۔ اس لیے بندہ کو اللہ کی تقدیر وقسمت پر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے، اسی میں اس کے لیے دین ودنیا کی بھلائی ہے، اور اگر کوئی شخص یہ نعرہ لگائے کہ:

"بابا شاہ جمال پتر دے دے رتا لال"

تو یہ شرک اکبر ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾﴾ (الشوریٰ: ۴۹ تا ۵۰)

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے یا انھیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے، بانجھ بنا دیتا ہے، وہ بے شک بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔"

اور سورۃ المؤمن میں ارشاد فرمایا:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾

(المؤمن: ٦٤ تا ٦٥)

''اللہ نے ہی تمھارے لیے زمین کو جائے قرار اور آسمان کو چھت بنا دیا ہے، اور تمھاری صورتیں بنائیں، تو تمھیں اچھی شکل وصورت دی، اور تمھیں بطور روزی عمدہ چیزیں عطا کیں، وہی اللہ تمھارا رب ہے، پس اللہ عالی شان والا ہے، سارے جہان کا پالنہار ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم لوگ بندگی کو اس کے لیے خالص کرکے اس کو پکارو، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہان کا پالنہار ہے۔''

تشریح:...... ان آیات کریمہ وشریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعوتِ غور و فکر دی ہے، تاکہ وہ اپنے خالق و رازق کو پہچانیں، اس پر ایمان لائیں، اور صرف اس کی عبادت کریں، کیونکہ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں انسانوں کی بہتری اور بھلائی اسی پر موقوف ہے۔ فرمایا کہ وہ اللہ ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا ہے، تاکہ تم اس پر زندگی گزار سکو، چل پھر سکو، اور اپنی ضروریات زندگی پوری کرسکو، اور جس نے آسمانوں کو بطور چھت کے تخلیق کیا، جو نہ کبھی پھٹتا ہے، اور نہ اس کا کوئی حصہ ٹوٹ کر انسانوں کے سروں پر گرتا ہے، اور جس نے تمھیں شکم مادر میں خوبصورت تخلیق کیا، یعنی ہر عضو کو مناسب ترین جگہ پر رکھا تاکہ تم ان سے فائدہ اٹھا سکو، اور اپنے خالق کے کمالِ قدرت اور کمالِ حکمت کا اعتراف کرسکو، اور جس نے تمھیں لذیذ ترین کھانے اور پینے کی نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

جس اللہ نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے، وہ تمہارا رب ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی صفتِ

ربوبیت کا سزاوار نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس کے سوا ہر چیز فنا کے گھاٹ اتار دی جائے گی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے لوگو! صرف اس کی عبادت کرو، طاعت و بندگی کو صرف اسی کے ساتھ خاص کر دو، عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ تمام تعریفیں اسی رب العالمین کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا مالک ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے بھی اولاد کے لیے اللہ کو پکارا:

انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اولاد کے لیے اپنے اللہ کو پکارا۔ چنانچہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے شام کی مقدس سرزمین میں پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے ایک نیک لڑکا عطا فرما جو غریب الدیاری میں میرے اُنس و دل بستگی کا سامان ہو، اور تیری طاعت و بندگی میں میری مدد کرے۔

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۰﴾ (الصافات: ۱۰۰)

''اے میرے رب! مجھے ایک نیک لڑکا عطا فرما۔''

ایسے ہی سیّدنا زکریا علیہ السلام نے بھی اپنی بیوی کے بانجھ پن کے باوجود اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ایک لڑکا عطا کر۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴ وَ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝۵ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖۗ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝۶﴾ (مریم: ۴ تا ۶)

''(زکریا نے) کہا، میرے رب! میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر کے بال سفید ہوگئے، اور میرے رب! تجھ سے دعا کر کے میں کبھی اس کے اثر سے محروم نہیں رہا۔ اور میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے مطمئن نہیں ہوں (کہ وہ دعوت کا کام جاری رکھیں گے) اور میری بیوی بانجھ ہے، اس لیے تو مجھے اپنے پاس سے

ایک لڑکا عطا کر جو (دعوتی کاموں میں) میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے، اور
میرے رب! اسے تو سب کا محبوب بنا۔''

معلوم ہوا کہ اولاد عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اولاد عطا نہیں کرسکتا، اور نہ شکم مادر میں انسانی تصویر پیدا کرسکتا ہے۔

اہل ایمان کی دُعا:

اہل ایمان و اسلام بھی اولاد اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾﴾ (الفرقان : ٧٤)

''ہمارے رب! ہمیں ایسی بیویاں اور اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے، اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔''

(8)......اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا

بتوں سے تجھے امیدیں خدا سے نو امیدی
بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

عبادت کے لائق معبودِ واحد اللہ عزوجل کی ذاتِ بابرکات ہے، اُس کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا شرک ہے، سجدہ عبادت ہے، لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۳۷﴾

(حم السجدہ : ۳۷)

”اور اس کی نشانیوں میں رات اور دن، اور آفتاب و ماہتاب ہیں، لوگو! تم آفتاب کو سجدہ مت کرو، اور نہ ماہتاب کو، اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا ہے، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔“

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے اپنی بعض عظیم نشانیوں کو بیان فرمایا ہے جو اس کے کمال قدرت اور اس کے علم وحکمت پر دال ہیں اور جو حضرت انسان کو ایمان کی دعوت دیتی ہیں، دن اور رات کی گردش اور سورج اور چاند کا نور، اور ان کا ایک محکم نظام کے مطابق اپنے اپنے مدار میں چلنا، اور اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، اور شمس وقمر اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ ہیں، لہٰذا بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ لوگو! سورج اور چاند کی عبادت نہ کرو، بلکہ اس معبود واحد کی

عبادت کرو جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے اور پرستش میں اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک مت ٹھہراؤ۔ سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ حیرۃ گئے، وہاں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے تھے، واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اس سے زیادہ سجدے کے مستحق ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرتا تو کیا اسے سجدہ کرتا؟'' عرض کیا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَآءَ أَنْ يَّسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ ، لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ .))[1]

''میں اگر کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو بیوی کو خاوند کے لیے اس کے حق کی وجہ سے سجدہ کا حکم دیتا۔''

فقہ حنفی کی معتبر کتاب کفایہ میں مرقوم ہے:

''ہماری شریعت میں کسی کو جائز نہیں کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرے، اور جس نے ایسا کیا یقیناً اس نے کفر کیا۔''

اور آج کے مشرک لوگوں کے زبانِ زد عام یہ جملہ ہوتا ہے کہ

کھلے جلوے ہیں اس در پر فقط اللہ اکبر کے
ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ اجمیر کے دَر کے

[1] سنن ابوداؤد، كتاب النكاح، رقم: ۲۱٤۰۔ مستدرك حاكم: ۱۸۷/۲۔ الإرواء، رقم: ۱۹۹۸۔ حاکم اور محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(9)......قبر پرستی

عبادت اور پکار اللہ تعالیٰ کے لائق ہے، اس کے برعکس قبروں والوں کو پکارنا، اُن کی قبور پر سجدے کرنا، میلے لگانا، چراغاں کرنا، یہ سب شرکیہ اُمور ہیں۔ قرآن وسنت نے ان سے بڑی شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾﴾ (الفاطر : ٢٢)

’’اور نہ زندہ اور مردہ لوگ برابر ہیں، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور جو لوگ قبروں میں مدفون ہیں انھیں آپ نہیں سنا سکتے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں یہ واشگاف الفاظ میں بیان کردی گئی ہے کہ مردے سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے، کجا یہ کہ وہ لوگوں کی حاجات پوری کریں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾﴾ (النحل : ٢٠ تا ٢٢)

’’اور جن معبودوں کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے ہیں، اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ مردے بے جان ہیں، اور کچھ بھی شعور نہیں رکھتے ہیں کہ (دوبارہ) کب اُٹھائے جائیں گے۔ تم سب کا معبود ایک ہے، پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، ان کے دل انکار کرتے ہیں،

درآنحالیکہ وہ تکبر کرتے ہیں۔''

تشریح:...... مذکورۃ الصدر آیت کریمہ میں کفارِ مکہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ جن معبودانِ باطلہ کو وہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے تھے وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ پوجنے والوں نے ہی اپنے ہاتھوں سے انھیں بنایا ہے، گویا وہ اپنے پجاریوں سے بھی زیادہ عاجز اور کمزور ہیں، جیسا کہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴾ (الصافات: ۹۵) کہ ''کیا جنھیں تم اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو کاٹ کر بناتے ہو انھی کی عبادت کرتے ہو؟'' اس کے بعد اللہ رب العزت نے مزید تاکید کے طور پر ارشاد فرمایا کہ وہ تو مردہ ہیں نہ کبھی زندہ تھے اور نہ مستقبل میں انھیں زندگی ملے گی، اور انھیں شعور بھی نہیں کہ وہ کبھی اٹھائے جائیں گے، تو پھر وہ اللہ کے سوا معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اے انسانو! تمھارا معبود صرف ایک اللہ ہے، جو خالق ہے، رازق ہے، آسمانوں اور زمین کے امور کا مدبر ہے، زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے، اور تمام اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا اسی کے لیے ہیں۔

اور سورۃ النمل آیت (۸۰) میں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴾

(النمل: ۸۰)

''بے شک آپ مُردوں کو نہیں سنا سکیں گے، اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکیں گے، جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں گے۔''

اور سورۃ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۹۴ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ

بِهَآ ۚ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿١٩٥﴾ اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩٦﴾ ﴾ (الاعراف: ۱۹۴ تا ۱۹۶)

''بے شک اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو، وہ تم ہی جیسے اللہ کے بندے ہیں، تو تم انھیں پکارو، اور اگر تم سچے ہو تو انھیں تمھاری پکار کا جواب دینا چاہیے۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ چھوتے ہیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ کہیے کہ تم اپنے معبودوں کو بلالو پھر میرے خلاف مل کر سازش کرو، اور مجھے مہلت بھی نہ دو۔ بے شک میرا یار و مددگار وہ اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا ہے، اور وہ نیک لوگوں کا ہمیشہ ہی یار و مددگار ہوتا ہے۔''

تشریح:...... حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

((هٰذَا اِنْكَارٌ مِنَ اللّٰهِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ عَبَدُوْا مَعَ اللّٰهِ غَيْرَهٗ مِنَ الْأَنْدَادِ وَالْأَصْنَامِ وَالْأَوْثَانِ وَهِيَ مَخْلُوْقٌ اللّٰهِ مَرْبُوْبَةٌ مَصْنُوْعَةٌ لَا تَمْلِكُ شَيْئًا مِنَ الْأَمْرِ وَلَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَا تُبْصِرُ وَلَا تَنْصُرُ لِعَابِدِ لَهَا بَلْ هِيَ جَمَادٌ وَلَا تَتَحَرَّكُ وَلَا تَسْمَعُ وَلَا تُبْصِرُ وَعَابِدُوْهَا اَكْمَلُ مِنْهَا بِسَمْعِهِمْ وَبَصَرِهِمْ وَبَطْشِهِمْ.))

[تفسير ابن كثير: ۲/ ۲۷۶]

''یعنی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا بڑی سختی کے ساتھ رد کیا ہے کہ جن جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان اور نہ ہی پوجاریوں کی کوئی مدد کر سکتے ہیں، وہ

بے جان جمادات کی طرح ہیں جو نہ حرکت کر سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں، بلکہ ان کے پجاری ان سے زیادہ سننے، دیکھنے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و ائمہ کرام رحمہم اللہ نے بھی قبر پرستی سے بڑی سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ ذیل میں چند احادیث اور اقوالِ ائمہ پیش خدمت قارئین ہیں۔ تاکہ قبر پرستی کی ممانعت اور اس کے اسباب سے آگاہی ہو جائے اور اس شرک سے بچا جا سکے۔

قبور پر جانے کی وجوہات

(۱) ثواب کی امید سے۔ (۲) مرادوں کو پورا کرنے کی غرض سے۔ (۳) نیکیوں میں اضافہ کرانے کے لیے۔ (۴) دینی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے۔ (۵) مقدمات سے براءت حاصل کرنے کے لیے۔ (۶) اللہ کی رحمت کا قرب حاصل کرنے کے لیے۔ (۷) دعا قبول کرانے کے لیے اور ان کی طرف نماز پڑھنا۔ (۸) اولاد مانگنے کے لیے۔ (۹) مصائب و تکالیف کو ہٹانے کے لیے۔ (۱۰) رزق کی وسعت کے لیے۔ (۱۱) میلوں میں شرکت کر کے مردوں کو خوش کرنے کے لیے۔

قارئین کرام یہ سب وجوہات باعتبار شرع درست نہیں اور نہ ان کی وجہ سمجھ آتی ہے بلکہ یہ سب کے سب اُمور شرک اکبر ہیں۔

رہ گئے قبروں کے پتھر سجدہ ریزی کے لیے
ہو چکا رخصت دلوں سے مسجدوں کا احترام

(1) قبر کو سجدہ کرنا:

پیارے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں سے کوئی نیک اور صالح انسان فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک بدترین مخلوقات ہیں۔ ❶

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب اللہ کے حکم سے ملک الموت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنی چادر اپنے چہرہ انور سے دور ہٹائی پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی پھر جب ہوش آیا تو ارشاد فرمایا: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ .)) ❷

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض الموت کے موقع پر ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَلَوْلَا ذَالِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ اَنَّهُ خَشِيَ اَنْ يَكُوْنَ مَسْجِدًا .)) ❸

''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، کیونکہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا، اگر آپ ﷺ کا مقصد اُمت کو ڈرانا نہ ہوتا تو آپ کی قبر مبارک کو ظاہر کیا جاتا، کیونکہ آپ ﷺ نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ کہیں آپ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے۔''

سیّدنا قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''میں یمن کے شہر حیرہ آیا تو وہاں کے لوگوں کو اپنے حاکم کے آگے سجدہ کرتے دیکھا، میں نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ کے زیادہ حق دار ہیں، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے حیرہ کے لوگوں کو اپنے حاکم کے سامنے سجدہ کرتے دیکھا ہے، حالانکہ آپ سجدہ کے زیادہ حق دار ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا بتاؤ کہ اگر تمہارا گزر میری قبر سے ہو تو کیا تم میری قبر پر سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا: نہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد

---

❶ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، رقم: ٥٢٨.

❷ مسند أحمد: ٢/ ٢٤٤۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، رقم: ٤٣٦.

فرمایا: کہ اب بھی نہ کرو۔''[1]

(2) قبروں پر مجاور بننا:

صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدنا نوح علیہ السلام کی قوم جن معبودوں کی پوجا کرتی تھی، وہ صالح اور نیک انسان تھے جب یہ فوت ہوگئے تو ان کے پیروکاران کی قبروں پر مجاور بن گئے۔[2]

قبروں کی مجاوری پرانے مشرکوں کی سنت سیئہ ہے۔ چنانچہ سنان بن ابی سنان دؤلی بیان کرتے ہیں:

((اِنَّهٗ سِمِعَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ۔ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: لَمَّا افْتَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَكَّةَ، خَرَجَ بِنَا مَعَهُ قِبَلَ هَوَازِنَ، حَتّٰى مَرَرْنَا عَلٰى سِدْرَةِ الْكُفَّارِ، سِدْرَةٌ يَّعْكُفُوْنَ حَوْلَهَا، وَيَدْعُوْنَهَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اِنَّهَا السُّنَنُ، هٰذَا كَمَا قَالَتْ بَنُو اِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى: اجْعَلْ لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ، قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّكُمْ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ .))[3]

''میں نے صحابی رسول سیّدنا ابوواقد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ ہمیں اپنے ساتھ ہوازن قبیلے کی طرف لے گئے۔ ہم کفار کی ایک بیری کے پاس سے گزرے جس کے پاس وہ مجاوری کرتے تھے اور اسے

[1] صحیح بخاری، رقم: ١٣٤٤۔ صحیح مسلم، رقم: ٢٢٩٦۔ مسند حمیدی، رقم: ٨٤٨۔ سنن ترمذی، رقم: ٢١٨٠۔ مسند أحمد: ٢١/٥۔ مصنف عبد الرزاق: ٣٦٩/١١۔ صحیح ابن حبان: ٢٤٨/٩.

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٩٢٠.

[3] صحیح ابن حبان، رقم: ٦٧٠٢۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

ذاتِ انواط کا نام دیتے تھے۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! جس طرح کفار کی ذاتِ انواط ہے، اسی طرح ہمارے لیے بھی ذاتِ انواط مقرر کر دیجیے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ گزشتہ امتوں کے طریقے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے بنی اسرائیل نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی کچھ معبود بنا دیں جیسے کفار کے معبود ہیں اور اس پر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: تم بڑے جاہل لوگ ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقے پر چلو گے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

((فَأَمَّا الْعُكُوْفُ وَالْمُجَاوَرَةُ عِنْدَ شَجَرَةٍ أَوْ حَجَرٍ، تِمْثَالٍ أَوْ غَيْرِ تِمْثَالٍ، وَالْمُجَاوَرَةُ عِنْدَ قَبْرِ نَبِيٍّ أَوْ غَيْرِ نَبِيٍّ، أَوْ مَقَامِ نَبِيٍّ أَوْ غَيْرِ نَبِيٍّ، فَلَيْسَ هٰذَا مِنْ دِيْنِ الْمُسْلِمِيْنَ، بَلْ هُوَ مِنْ جِنْسِ دِيْنِ الْمُشْرِكِيْنَ.)) [1]

''کسی شجر و حجر یا مورتی وغیرہ کے پاس اعتکاف کرنا اور کسی نبی یا غیر نبی کی قبر یا نبی یا غیر نبی کے مقام پر مجاور بن کر بیٹھنا، ان کاموں کا مسلمانوں کے دین سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ مشرکین کے دین سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں۔''

(3) قبروں پر مسجدیں بنانا:

سر بتوں کے سامنے غیروں کا جھکنا کافری
اور مسلمانوں کے سجدے سجدۂ احترام

سیّدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے اپنی رحلت سے چند روز پہلے ارشاد فرمایا: میری بات غور سے سنو! تم سے

[1] إقتضاء الصراط المستقيم، ص: ٣٦٥.

پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد تصور کر لیتے تھے۔ خبردار! تم ایسی غلطی مت کرنا، میں تم کو ایسا کرنے سے سختی سے منع کرتا ہوں۔ [1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بُرے وہ لوگ ہیں جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ جو قبروں کو مسجدوں کی حیثیت دیتے ہیں۔ [2]

(4) قبروں کو پکی کرنا:

سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُبْنَى عَلَى الْقَبْرِ أَوْ يُجَصَّصَ .)) [3]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت تعمیر کرنے اور انھیں چونا گچ کرنے سے منع فرمایا۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر زمین سے ایک بالشت اونچی تھی۔'' [4]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ قبر پرستی کے بارے میں رقمطراز ہیں: ''کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مُردوں کے بارے میں اس اعتقاد کا سب سے بڑا سبب وہی چیزیں ہیں جنھیں شیطان نے لوگوں کے لیے مزین کر رکھا ہے جیسا کہ (۱) قبروں کو بلند کرنا۔ (۲) ان پر چادریں ڈالنا۔ (۳) ان کو پختہ کرنا۔ (۴) ان کو مبالغہ آمیزی کے ساتھ مزین کرنا ان کو بہت زیادہ خوبصورت بنانا وغیرہ۔

کسی جاہل آدمی کی نظر جب کسی قبر پر پڑتی ہے جس پر قبہ بنا ہوا ہوتو وہ اس میں داخل

---

1. صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۵۳۲.
2. الفتح الربانی: ۲۴/ ۵۰.
3. مسند أحمد: ۶/ ۲۹۹.
4. سنن الکبری للبیهقی: ۳/ ۴۱۰۔ باب لا یزاد فی القبر علی أکثر من ترابه لئلا یرتفع جدًا.

ہوتا ہے، اور اس پر جاذب نظر چادریں اور ٹمٹماتے چراغ دیکھتا ہے۔ خوشبو کے بھبھوکے اس کے اردگرد اٹھ رہے ہوتے ہیں تو یقیناً اس کا دل اس قبر کی تعظیم سے معمور ہو جاتا ہے اور اس کا ذہن اس میّت کی قدر و منزلت کے تصور کو سمونے سے قاصر ہونے لگتا ہے اور اس کے دل و دماغ میں رعب اور دبدبہ گھر کر لیتا ہے یوں اس کے دل میں وہ شیطانی عقائد پیدا ہوتے ہیں جو شیطان کی مسلمانوں کے لیے سنائی گئی چالوں میں سے سب سے بڑی چال ہیں اور جو بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کے پاس سب سے سخت حیلہ ہیں۔ یہ حیلے مسلمان کو آہستہ آہستہ اسلام سے دور کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ صاحب قبر سے وہ چیزیں مانگنے لگتا ہے جن پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، اس طرح وہ شخص مشرک ہو جاتا ہے۔ [1]

(5) قبروں پر کتبے لگانا:

”سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر لکھنے سے منع فرمایا۔“ [2]

(6) قبروں پر چادر اور پھول چڑھانا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ: آئمہ دین اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اور ان پر پردے لٹکانا جائز نہیں۔ [3]

اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ”کہ قبروں پر ہونے والی خرافات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قبروں کے پاس وہ کام کیے جائیں جو بت پرستی سے مشابہ ہوں، مثلاً ان پر اعتکاف کرنا، ان کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا، ان پر پردے لٹکانا اور ان کی خدمت کے لیے وقف ہونا وغیرہ۔“ [4]

---

[1] شرح الصدور بتحریم رفع القبور، ص: ١٧.

[2] سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، رقم: ٣٢٢٦۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

[3] جامع الرسائل لابن تیمیہ: ١/٥٤.

[4] إغاثة اللهفان لابن قیم: ١/١٩٧.

(7) اونچی اونچی قبریں بنانا:

جناب ابوالہیاج اسدی سے مروی ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا کر کہا کہ میں آپ کو ایسے کام پر مامور کرتا ہوں، جس پر پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مامور کیا تھا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حکم ارشاد فرمایا تھا کہ: اے علی! تمھیں جو بت اور تصویر نظر آئے اسے مٹا دو اور جو اونچی قبر دکھائی دے اسے دیگر قبروں کے برابر کر دو۔ [1]

امام بیہقی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر زمین سے ایک بالشت اونچی تھی۔ [2]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ، وَلَعَنَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، وَنَهَى عَنْ تَجْصِيْصِ الْقُبُوْرِ وَتَشْرِيْفِهَا وَاِتِّخَاذِهَا مَسَاجِدَ، وَعَنِ الصَّلَاةِ إِلَيْهَا وَعِنْدَهَا، وَعَنْ إِيْقَادِ الْمَفَاتِيْحِ عَلَيْهَا، وَأَمَرَ بِتَسْوِيَتِهَا، وَنَهَى عَنْ اِتِّخَاذِهَا عِيْدًا، وَعَنْ شَدِّ الرِّحَالِ إِلَيْهَا، لِئَلَّا يَكُوْنَ ذٰلِكَ ذَرِيْعَةٌ إِلَى اِتِّخَاذِهَا اَوْثَانًا وَلِاِشْرَاكِ بِهَا، وَحَرَّمَ ذَلِكَ عَلَى مَنْ قَصَدَهٗ وَمَنْ لَمْ يَقْصِدْهُ، بَلْ قَصَدَ خِلَافَهٗ سَدًّا لِلذَّرِيْعَةِ.)) [3]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع فرمایا، اور ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے، بلند کرنے، سجدہ گاہ بنانے، ان پر نماز ادا کرنے اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے اور ان پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان کو برابر کرنے کا حکم دیا ہے، ان کو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم: ۹۶۹۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۳۲۱۸۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۰۴۹۔

[2] سنن الکبریٰ للبیہقی: ۳/ ۴۱۰۔

[3] اعلام الموقعین لابن القیم: ۳/ ۱۵۱۔

میلہ گاہ بنانے اور ان کی طرف رخت سفر باندھ کر جانے سے منع فرمایا ہے، تاکہ یہ کام ان کی عبادت کرنے اور ان کی وجہ سے شرک کرنے کا ذریعہ نہ بن جائے۔ یہ کام سدّ ذرائع کے طور پر ایسا ارادہ کرنے والوں اور ارادہ نہ کرنے والوں، بلکہ اس کے خلاف ارادہ رکھنے والوں سب پر حرام کر دیا گیا ہے۔''

(8) قبروں پر چراغ روشن کرنا:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''قبروں پر چراغ روشن کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔''[1]

فقہ حنفی کی معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے کہ:

''قبروں کی طرف شمعیں لے کر جانا بدعت ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں۔''[2]

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ:

((وَإِيْقَادُ النَّارِ عَلَى الْقُبُوْرِ ، فَمِنْ رُسُوْمِ الْجَاهِلِيَّةِ .))[3]

''اور قبروں پر آگ جلانا جاہلیت کی ایک رسم ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١ـ٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

((وَكَذٰلِكَ إِيْقَادُ الْمَصَابِيْحِ فِيْ هٰذِهِ الْمَشَاهِدِ مُطْلَقًا لَا يَجُوْزُ بِلَا خِلَافٍ .))[4]

''اسی طرح ان جگہوں میں چراغ جلانا بالاتفاق مطلقاً ناجائز ہے۔''

شیخ الاسلام رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

((وَبِنَاءُ الْمَسْجِدِ وَإِسْرَاجُ الْمَصَابِيْحِ عَلَى الْقُبُوْرِ مِمَّا لَمْ أَعْلَمْ

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، رقم: ٣٢٣٦۔ سنن ترمذی، رقم: ٣٢٠۔ سنن نسائی، رقم: ٢٠٤٣۔ سنن ابن ماجه، رقم: ١٥٧٦۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[2] فتاویٰ عالمگیری: ٣٥١/٥۔

[3] فتاویٰ عالمگیری: ١٦٧/١۔

[4] اقتضاء الصراط المستقيم لابن تيمية: ٦٧٧/٢۔

فِیْهِ خِلَافًا أَنَّهٗ مَعْصِیَةٌ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ .)) ❶

''قبروں پر مسجد بنانا اور چراغ روشن کرنا ان کاموں میں سے ہیں جن کے اللہ اور رسول کی مخالفت ہونے میں مَیں کوئی اختلاف نہیں جانتا۔''

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

((وَإِیْقَادُ السُّرُجِ عَلَیْهَا ، وَهُوَ مِنَ الْکَبَائِرِ .)) ❷

''اور قبروں پر چراغ جلانا، یہ کبیرہ گناہ ہے۔''

محمد یحییٰ بن محمد اسماعیل کاندھلوی حنفی فرماتے ہیں: قبروں پر مسجد بنانے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اس میں یہودیوں کی مشابہت ہے۔جنھوں نے اپنے انبیاء اور بڑوں کی قبروں پر مسجدیں بنائی تھیں اور اس میں میّت کی تعظیم اور بت پرستوں سے بھی مشابہت ہے۔

اور قبروں پر چراغاں کرنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اس میں اپنے مال کا فضول خرچ کرنا تو ہے ہی جس سے اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر منع فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ (الاسراء: ۲۷) ''بے شک بے موقع خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔'' اسی کے ساتھ یہود سے مشابہت بھی ہے کہ وہ لوگ اپنے بڑوں کی قبروں پر چراغاں کیا کرتے تھے۔ اور قبروں کی تعظیم اور بے فائدہ چیز سے اشتغال بھی ہے۔'' ❸

(9) قبروں پر عمارات تعمیر کرنا:

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونے گچ کرنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا اور قبر کو روندنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ❹

❶ مجموع الفتاوٰی: ۲۱/۴۵، ۶۰.
❷ إغاثة اللهفان لابن القیم: ۱/۱۹۷.
❸ الکوکب الدری: ۱/۳۱۶، ۳۱۷.
❹ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم: ۹۷۰۔ سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، رقم: ۳۲۲۵۔ مسند أحمد، رقم: ۱۳۷۳۵.

سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت تعمیر کرنے اور انھیں چونا گچ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ❶

علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو جاہلوں کے ان تمام کاموں کو جائز کہتے ہیں جن کو وہ صلحاء کی قبروں کے متعلق انجام دیتے ہیں۔ مثلاً، ان کو اونچا کرنا، پتھر اور پختہ اینٹ سے بنانا اور ان پر چراغوں اور قندیلوں کو ٹانگنا، ان کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا اور ان کا طواف کرنا، ان کو چھوڑنا اور خاص اوقات میں ان کے پاس جمع ہونا وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ ہے۔ اور ایک ایسے دین کی ایجاد ہے جس کی اللہ عزوجل نے اجازت نہیں دی۔'' ❷

(10) قبروں پر میلے اور عرس رچانا:

قبور ومزارات پر حاضری کا سبب عرس اور میلے بھی ہیں۔ عرس اور میلے دورِ جاہلیت کی رسم ہے۔

((عن ثابت بن ضحاك رضی اللہ عنہ قَالَ: نَذَرَ رَجُلٌ اَنْ یَنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَاَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: إِنِّی نَذَرْتُ أَنْ اَنْحَرَ بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: هَلْ كَانَ فِیْهَا وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِیَّةِ یُعْبَدُ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِیْهَا عِیْدٌ مِنْ اَعْیَادِهِمْ؟ قَالُوْا: لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِی مَعْصِیَةِ اللّٰهِ.)) ❸

''سیّدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نذر

❶ مسند احمد بن حنبل: ٢٩٩/٦.

❷ روح المعانی: ٢٣٩/١٥.

❸ سنن ابی داؤد، رقم: ٣٣/٣۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

مانی کہ وہ مقام بوانہ پر اونٹ نحر کرے گا، اس نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کچھ ہے جس کی عبادت کی جاتی تھی......؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہاں مشرکین کی میلوں میں کوئی میلہ ہوتا ہے......؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی نذر کو پورا کرلے کیوں کہ اللہ کی نافرمانی میں نذر کو پورا نہیں کیا جاتا۔"

کہتے ہیں ہر نماز میں ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾
پھرتے ہیں پھر بھی دربدر مشکل کشائی کو

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَاَنَّ يُبْنٰى عَلَى الْقُبُوْرِ .)) ❶

"رسول اللہ ﷺ نے قبر کو گچ کرنے اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا .)) ❷

"میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔"

شاہ ولی اللہ دہلوی رقمطراز ہیں:

((وَمِنْ أَعْظَمِ الْبِدَعِ مَا اخْتَرَعُوْا فِيْ أَمْرِ الْقُبُوْرِ وَاتَّخَذُوْهَا عِيْدًا .)) ❸

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، رقم: ٩٨٠ ـ سنن ابوداؤد، كتاب الجنائز، رقم: ٣٢٢٥.

❷ صحيح ابوداؤد للالبانی، كتاب المناسك، باب زارة القبور، رقم: ٢٠٤٢.

❸ تفهيمات الهيه: ٢/ ٧٤.

''اور بڑی بدعات میں سے یہ بھی ہے جو انھوں نے قبور اولیاء کے متعلق اختراع کر رکھا ہے اور انھیں میلہ گاہ بنالیا ہے۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں کہ:

''اور یہ جو جاہل (پیر اور مفاد پرست گدی نشین) اولیاء اور شہداء کی قبروں پر چراغاں کرتے ہیں اور سجدے طواف کرتے ہیں اور وہاں مسجدیں بناتے ہیں اور سال بہ سال عید کی طرح وہاں جمع ہونا جس کا نام انہوں نے عرس رکھا ہوا ہے قطعاً ناجائز ہے۔''[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

((وَلَا نَرٰی اَنْ یُّذَادَ عَلٰی مَا خَرَجَ مِنْهُ وَنَكْرَهُ اَنْ یُّجَصَّصَ اَوْ یُطَیَّنَ اَوْ یُجْعَلَ عِنْدَهُ مَسْجِدًا اَوْ عِلْمًا اَوْ یَكْتَبَ عَلَیْهِ وَیُكْرَهُ الْاٰجُرُّ اَنْ یُبْنٰی بِهٖ اَوْ یُدْخَلَ الْقَبْرَ وَلَا نَرَ بِرَشِّ الْمَآءِ عَلَیْهِ بَأْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِی حَنِیْفَةَ رحمہ اللہ .))[2]

''ہمارے نزدیک قبر کو پکا کرنا، اُس پر مٹی ڈالنا اور اس کے پاس مسجد بنانا درست نہیں۔ اور نہ ہی اُس پر جھنڈا گاڑنا اور کتبہ لگانا درست ہے۔ عمارت بنانے والے کی اور گورکن کی مزدوری حرام ہے، قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔''

امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((عَنْ أَبِی عبد الله علیہ السلام: قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ یُّصَلّٰی عَلٰی قَبْرٍ أَوْ یُقْعَدُ عَلَیْهِ أَوْ یُبْنٰی عَلَیْهِ .))[3]

---

[1] تفسیر مظهری: ٢/٦٥.

[2] كتاب الأثار از محمد بن حسن شیبانی.

[3] تهذیب الأحكام: ١/٤٦١.

''رسول اللہ ﷺ نے قبر پر نماز پڑھنے، مجاوری اختیار کرنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

(11) قبروں پر جانور ذبح کرنا:

کتاب اللہ میں چار مقامات پر غیر اللہ کے لیے ذبح کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ (البقرہ: ۱۷۳)

''اللہ نے تم پر مردہ، خون، سور کا گوشت اور اس جانور کو حرام کر دیا ہے جسے غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو۔''

پیارے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ .)) [1]

''قبروں پر جانور ذبح کرنا اسلام میں جائز نہیں۔''

(12) قبروں کا طواف کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہیں ہوگی جب تک دوس قبیلے کی عورتیں جسم مٹکاتے ہوئے ذوالخلصہ کا طواف نہیں کریں گی۔ [2]

کوئی سجدہ ہی جھکا ہے کوئی مصروف طواف
تھام رکھا ہے کسی نے دونوں ہاتھوں سے غلاف

(13) قبروں پر اعتکاف کرنا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کام حرام ہیں:

---

[1] سنن ابوداؤد، باب کراهية الذبح عند القبر، رقم: ۳۲۲۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[2] صحیح بخاری، رقم: ۷۱۱۶۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۹۰۶۔

(۱) قبر پر اعتکاف کرنا۔ (۲) اس کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا۔ (۳) اُس کی خدمت۔ (۴) اس پر یوں پردے لٹکانا کہ گویا وہ اللہ کا گھر کعبہ ہو۔ [1]

(14) نیک صالح لوگوں کی تصویریں اور مجسّمے بنانا:

صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدنا نوح علیہ السلام کی قوم میں سے صالح اور نیک انسان تھے جب یہ فوت ہوگئے تو ان کے پیروکاران کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے پھر ان کی تصویریں اور مجسّمے بنائے پھر کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ان کی عبادت شروع کردی گئی۔ [2]

فضیلۃ الشیخ محدث العصر عبد اللہ ناصر رحمانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ ہی خالق کل ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہوسکتا، یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ہم سے بڑی غیرت کا متقاضی ہے، اس غیرت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تصویر کو حرام قرار دے دیا ہے، کیونکہ تصویر میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق اور صفت تصویر سے مشابہت پائی جاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اور وہی مصور ہے۔ تصویر اور وعید شدید پر کچھ نصوص ملاحظہ ہوں:

یعنی: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے سخت عذاب، تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

یعنی: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی صفت خلق (پیدا کرنا) سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (یعنی تصویر بناتے ہیں) [3]

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیة، ص : ۲٦۷ .

[2] صحیح بخاری کتاب التفسیر، رقم: ٤۹۲ .

[3] توحید ربانی، مقدمہ از شیخ عبد اللہ ناصر رحمانی، ص:۱۹۔

(15) قبروں کو بوسہ دینا:

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) مشہور فلسفی ابوالوفاء ابن عقیل (۴۳۱۔۵۱۳) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((لما صعبت التكاليف على الجهّال والطغام عدلوا عن أوضاع الشرع إلى تعظيم أو ضاع وضعوها لأنفسهم، فسهلت عليهم، إذ لم يدخلوا بها تحت أمر غيرهم، قال: وهم عندى كفّار بهذه الأوضاع، مثل تعظيم القبور وإكرامها، بما نهى عنه الشرع، من إيقاد النيران وتقبيلها وتخليقها، وخطاب الموتى بالحوائج، وكتب الرقاع فيها: يا مولاي! افعل بى كذا وكذا، وأخذ تربتها تبرّكا، وإفاضة الطيب على القبور، وشدّ الرحال إليها، وإلقاء الخرق على الشجر اقتداء بمن عبد اللات والعزى، والويل عندهم لمن لم يقبل مشهد الكفّ، ولم يتمسح بآجرة مسجد الملموسة يوم الأربعاء، ولم يقلّ الحمّالون على جنازته الصديق أبوبكر، أو محمد وعليّ، أو لم يعقد على قبر أبيه أرجا بالجصّ والآجر، ولم يخرق ثيابه إلى الذيل، ولم يرق ماء الورد على القبر.)) [1]

”جب جاہلوں اور بے وقوفوں پر شرعی احکام پر عمل کرنا مشکل ہوا تو انھوں نے شریعت کے مقرر کردہ شعائر چھوڑ کر خود ساختہ امور کی تعظیم شروع کر دی۔ ان کے لیے ان میں سہولت میسر ہوئی۔ ان کی وجہ سے وہ شرعی احکام کی پابندی سے

[1] إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان لابن القيم: ۱/۱۹۵.

بھی نکل گئے۔ ان وضعی اور ان خود ساختہ امور کی وجہ سے وہ کافر ٹھہرے، مثلاً قبروں کی ممنوع تعظیم و تکریم کرنا، ان پر چراغ جلانا، ان کو بوسہ دینا، ان پر پھول نچھاور کرنا، مردوں سے حاجات طلب کرنا، قبروں پر چارٹ آویزاں کرنا کہ اے میرے مولا! میرا فلاں کام کردے، برائے تبرک قبروں کی مٹی حاصل کرنا، قبروں پر خوشبو چھڑکنا، ان کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کا اہتمام کرنا، لات و عزی کے پجاریوں کی تقلید میں قبر کے درختوں کے ساتھ کپڑے باندھنا (وغیرہ)۔ قبوری لوگ اس شخص کے لیے ہلاکت و بربادی کا یقین کر لیتے ہیں جو 'مشہد الکف' پر حاضری نہیں دیتا، جو بروز بدھ مسجد ملموسہ کی اینٹوں کو نہیں چھوتا، جو جنازہ اٹھانے والے، ابوبکر صدیق، محمد اور علی کا نعرہ نہ لگائیں۔ ان کے لیے بھی بربادی خیال کرتے ہیں جو اپنے باپ کی قبر پر چونا گچ عمارت کھڑی نہ کرے، جو اپنے کپڑے کو دامن تک نہ پھاڑے، جو قبر پر عرقِ گلاب نہ چھڑکے، اس کے لیے بھی قبوری لوگ ہلاکت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔"

(16) قبروں کی تعظیم بھی غلو کفار کی مشابہت:

مانگی جاتی ہیں مزراوں سے مرادیں رات دن
بن چکی ہیں قبلہ حاجات قبریں لاکلام

قارئین کرام! لوگ دربار الٰہی کو چھوڑ کر اہل قبور کی تعظیم کو اپنی دنیا و آخرت کی سعادت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

علامہ ابومحمد عبدالغنی المقدسی (۵۴۱۔۶۰۰ھ) فرماتے ہیں:

((وَلأَنَّ فِيهِ تَضْيِيعًا لِلْمَالِ فِى غَيْرِ فَائِدَةٍ، وَإِفْرَاطًا فِي تَعْظِيمِ الْقُبُوْرِ، أَشْبَهَ تَعْظِيمِ الْأَصْنَامِ.)) [1]

---

[1] إغاثة اللهفان لابن القيم: ۱/۱۹۷.

''اس میں بے فائدہ مال کا ضیاع ہے، اور یہ قبروں کی تعظیم میں غلو کا باعث ہے جو کہ بتوں کی تعظیم سے مشابہت بھی رکھتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَاِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ .)) [1]

''تم دین میں غلو کرنے سے بچے رہنا کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کر دیا تھا۔''

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ (۱۳۰۹۔۱۳۷۷ھ) علامہ خطابی رحمہ اللہ کی تائید میں فرماتے ہیں:

((وَصدَقَ الْخَطَّابِيُّ، وَقدِ ازْدَادَ الْعَامَّةُ إِصْرَارًا عَلٰى هٰذَا الْعَمَلِ الَّذِي لَا أَصْلَ لَهٗ، وَغَلَوْا فِيْهِ خُصُوْصًا فِي بِلَادِ مِصْرَ تَقْلِيْدًا لِلنَّصَارٰى حَتّٰى صَارُوْا يَضَعُوْنَ الزُّهُوْرَ عَلَى الْقُبُوْرِ، وَيَتَهَادَوْنَهَا بَيْنَهُمْ فَيَضَعُهَا النَّاسُ عَلٰى قُبُوْرِ أَقَارِبِهِمْ وَمَعَارِفِهِمْ تَحِيَّةً لَّهُمْ وَمُجَامَلَةً لِلْأَحْيَاءِ، وَحَتّٰى صَارَتْ عَادَةً شَبِيْهَةً بِالرَّسْمِيَّةِ فِي الْمُجَامَلَاتِ الدُّوَلِيَّةِ، فَتَجِدُ الْكُبَرَاءَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِذَا نَزَلُوْا بَلَدَةً مِّنْ بِلَادِ أُوْرُوْبَا ذَهُبُوا إِلٰى قُبُوْرِ عُظَمَائِهَا أَوْ إِلٰى قَبْرِ مَنْ يُّسَمُّوْنَهُ الْجُنْدِيَّ الْمَجْهُوْلَ، وَضَعُوا عَلَيْهَا الزُّهُوْرَ، وَبَعْضُهُمْ يَضَعُ الزُّهُوْرَ الصَّنَاعِيَّةَ الَّتِيْ لَا نَدَاوَةَ فِيْهَا تَقْلِيْدًا لِّلِافْرَنْجِ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَنِ مَنْ قَبْلَهُمْ، وَلَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمُ الْعُلَمَاءُ أَشْبَاهَ الْعَامَّةِ، بَلْ تَرَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ يَصْنَعُوْنَ ذٰلِكَ

[1] سنن نسائی، رقم: ۳۰۵۹۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۳۰۲۹۔ مسند ابی یعلی، رقم: : ۲۴۲۷۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۲۸۳.

فِي قُبُوْرِ مَوْتَاهُمْ، وَلَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ أَكْثَرَ الْأَوْقَافِ الَّتِي تُسَمّٰى أَوْقَافًا خَيْرِيَّةً مَوْقُوْفٌ رِيْعُهَا عَلَى الْخُوصِ وَالرَّيْحَانِ الَّذِي يُوْضَعُ فِي الْقُبُوْرِ، وَكُلُّ هٰذِهِ بِدَعٌ وَّمُنْكَرَاتٌ لَّا أَصْلَ لَهَا فِي الدِّيْنِ، وَلَا مُسْتَنَدَ لَهَا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَيَجِبُ عَلٰى أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُّنْكِرُوْهَا، وَأَنْ يُبْطِلُوْا هٰذِهِ الْعَادَاتِ مَا اسْتَطَاعُوْا .)) [1]

''علامہ خطابی رحمہ اللہ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ عام لوگ عیسائیوں کی تقلید میں اس بے اصل عمل کرنے پر بہت زیادہ مُصِر ہوگئے ہیں اور اس بارے میں غلو کا شکار ہو چکے ہیں، خصوصاً مصر کے علاقے میں، حتیٰ کہ وہ قبروں پر پھول رکھنے لگے اور ایک دوسرے کو تحفے دینے لگے، پھر لوگ ان پھولوں کو اپنے عزیز و اقارب کی قبروں پر تحفے کے طور پر اور زندوں سے حسن سلوک کے طور پر رکھنے لگے۔ یہاں تک کہ یہ طریقہ علاقائی رسوم و رواج کے مشابہ ہوگیا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان ملکوں کے سربراہ جب یورپ کے کسی علاقے میں جاتے ہیں تو ان کے عظیم لوگوں یا کسی نامعلوم فوجیوں کی قبروں پر جاتے ہیں اور ان پر پھول چڑھاتے ہیں اور بعض تو بناوٹی پھول بھی رکھتے ہیں جن میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی۔ وہ لوگ یہ کام انگریزوں کی تقلید اور پہلی امتوں کے طریقے کی پیروی کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ عام لوگوں کی طرح کے علماء بھی ان کو اس بات سے منع نہیں کرتے بلکہ آپ ان علماء کو دیکھیں گے کہ وہ خود اپنے مُردوں کی قبروں پر ایسا کرتے ہیں۔ یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ اکثر اوقاف جنھیں فلاحی اوقاف کہا جاتا ہے، ان کی آمدنی قبروں پر پھول اور پتیاں چڑھانے کے لیے وقف ہے۔ یہ سارے کام بدعات و خرافات ہیں جن کی کتاب و سنت میں کوئی

[1] تعليق أحمد شاكر على الترمذي: ١٠٣/١.

دلیل نہیں۔ اہل علم پر ان کا رد کرنا اور حسب استطاعت ان رسوم کو ختم کرنا واجب ہے۔''

(17) اہل قبور کو اللہ کے ہاں وسیلہ بنانا:

کیوں منتیں مانگتا ہے اوروں کے دربار سے اقبال
وہ کون سا کام ہے جو ہوتا نہیں تیرے پروردگار سے

مندرجہ ذیل سطور میں مذکور جائز اور مشروع توسل کے علاوہ جو بھی طریقہ توسل اختیار کیا جائے گا وہ غیر شرعی، بدعی اور شرک ہوگا، مثلاً مردوں سے دعا اور سفارش اور رسول اللہ ﷺ کے عالی رتبہ کے ذریعہ توسل وغیرہ، یاد رہے کہ غیر شرعی، بدعی اور شرکیہ توسل کی بھی متعدد اقسام ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(1) توسل بالاموات:

''توسل بالاموات'' یعنی مردوں سے مانگنا، اُن سے سفارش طلب کرنا اور اُنہیں وسیلہ ٹھہرانا اس لیے جائز نہیں کہ مردہ دعا پر قدرت نہیں رکھتا ہے، جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں رکھتا تھا۔ علامہ الشیخ سلیمان بن سحمان توسل کی بحث کرتے ہوئے رقم کرتے ہیں کہ:

((فَإِنَّ التَّوَسُّلَ بِالنَّبِيِّ فِيْ عُرْفِ الصَّحَابَةِ هُوَ التَّوَسُّلُ بِدُعَائِهِ وَكَذٰلِكَ لَمَّا تَوَسَّلَ عُمَرُ بِالْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا هُوَ بِدُعَائِهِ لِقَوْلِهِ قُمْ يَا عَبَّاسُ فَادْعُ اللّٰهَ وَكَقَوْلِ مُعَاوِيَةَ لِيَزِيْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ الْجُرَشِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُمْ يَا يَزِيْدُ فَادْعُ اللّٰهَ وَلَيْسَ هٰذَا تَوَسُّلًا بِالذَّوَاتِ لِأَنَّ التَّوَسُّلَ بِالذَّوَاتِ لَمْ يَرِدْ إِلَّا بِلَفْظٍ غَيْرِ ثَابِتٍ لَا يَصِحُّ، وَالتَّوَسُّلُ بِالْأَعْمَالِ قَدْ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الصَّحِيْحَةِ .))[1]

---

[1] البيان المبدي، ص: ۱۱۳ بحواله تسكين الصدور، ص: ۴۲۶-۴۲۷.

''حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عرف میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم، توسل بالدعاء ہی تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرانا، اور اسی طرح جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا تو اُن سے دعا کروائی، اور فرمایا کہ اے عباس! آپ کھڑے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا یزید بن الاسود الجرشی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے یزید! کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور یہ توسل بالذوات نہیں، کیونکہ توسل بالذوات کے بارے میں کوئی صحیح لفظ ثابت نہیں اور توسل بالاعمال کا ثبوت کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔''

علامہ انور شاہ کشمیری بھی دعائے عم رسول جناب عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء کے واقعہ سے یہی ثابت کرتے ہیں کہ اس واقعہ سے عرف صحابہ اور توسل سلف پر تو روشنی پڑتی ہے، مگر توسل متأخرین جو بالذوات یا بالاموات یا غائبانہ ہوتا ہے، اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ ہی اس سے توسل معہود ثابت ہوتا ہے۔

((قوله " اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" لَيسَ فِيْهِ التَّوَسُّلَ الْمَعْهُودَ الَّذِي يَكُوْنُ بِالْغَائِبِ حَتّٰى قَدْ لَا يَكُوْنُ بِهِ شُعُوْرٌ أَصْلًا ، بَلْ فِيْهِ تَوَسُّلُ السَّلَفِ وَهُوَ أَنْ يُقَدِّمَ رَجْلًا ذَا وَجَاهَةٍ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَأْمُرُهُ أَنْ يَدْعُولَهُمْ ثُمَّ يحِيلُ عَلَيْهِ فِي دُعَائِهِ كَمَا فُعِلَ بِعَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانَ فِيهِ تَوَسُّلُ الْمُتَأَخِّرِيْنَ لَمَّا اِحْتَاجُوْا بِإِذهَابِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَعَهُمْ ، وَلَكَفٰى لَهُمُ التَّوَسُّلُ بِنَبِيِّهِمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ أَيضاً .))[1]

---

[1] فيض الباري: ٢/ ٣٧٩.

''سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول '' اللھم ...... الخ'' سے وہ معہود توسل مراد نہیں جو غائب سے کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کو اس کا بالکل شعور بھی نہیں ہوتا، بلکہ اس حدیث میں سلف کے توسل کا ذکر ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی کو آگے کیا جائے جو اللہ کے نزدیک صالح ہو، اور اس سے التجا کی جائے کہ وہ ان کے لئے دعا کرے، پھر اس کا اپنی دعا میں حوالہ دیا جائے، جیسا کہ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے کیا گیا، اور اگر اس سے متاخرین کا توسل مراد ہوتا تو سیّدنا عباس کو ساتھ لے جانے کی ان کو ضرورت ہی کیا تھی۔ ان کے لئے بس یہی کافی تھا کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی وفات کے بعد بھی توسل کر لیتے۔ (جیسا کہ آپ کی زندگی میں کیا کرتے تھے۔)''

علامہ انور شاہ کاشمیری دراصل اس عبارت میں ان لوگوں کا ردّ کر رہے ہیں جنہوں نے آیت '' وسیلہ'' اور واقعہ '' استسقاء'' سے '' وسیلہ بالذوات'' پر باطل استدلال کیا ہے، اور عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے، مگر بقولِ بعض ؎

تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

اسی واقعہ استسقاء کو نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی (۱۲۶/۴) میں رقم طراز ہیں:

((فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ التَّوَسُّلُ بِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَعْدَ اِنْتِقَالِهِ مِنْ هَٰذِهِ الدَّارِ لَما عَدَلُوْا إِلىٰ غَيْرِهِ ، بَلْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَاسْقِنَا .)) انتھی

''اس لئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے ساتھ توسل جائز ہوتا تو وہ آپ کے سوا کسی اور کی طرف رجوع نہ کرتے، بلکہ یونہی کہتے کہ اے اللہ! ہم اپنے پیغمبر کو تیرے سامنے وسیلہ لائے ہیں تو ہم کو بارش عطا فرما۔''

اور پھر اسی مقام پر لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استشفاع کے معاملے میں آپ کی حیات و ممات کا برابر ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔

((وَتَسَاوِیُ حَالَتَيْ حَيَاتِهِ وَوَفَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ مُحْتَاجٌ إِلٰى نَصٍّ وَلَعَلَّ النَّصَّ عَلَى خِلَافِهِ .)) انتھٰی .

''اور اس مسئلہ (استشفاع) میں آپ ﷺ کی حالت حیات اور حالت ممات کا برابر ہونا نص کا محتاج ہے، اور شاید نص اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہو۔''

مزید لکھتے ہیں:

((وَأَمَّا إِذَا كَانَ الْمَطْلُوْبُ مِنْه مَيِّتًا أَوْ غَائِبًا فَلَا يَسْتَرِيْبُ عَالِمٌ أَنَّهُ غَيْرُ جَائِزٌ ، وَأَنَّهُ مِنَ الْبِدَعِ الَّتِى لَمْ يَفْعَلْهَا أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ .))[1]

''یعنی میت اور غائب شخص سے دعا کرانے کے ناجائز ہونے میں کسی بھی عالم کو شک نہیں ہے، اور یہ ایسی بدعت ہے جس کا ارتکاب سلف سے کسی نے بھی نہیں کیا۔''

اور لکھتے ہیں:

((وَلَمْ يَرِدْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ ــ وَهُمْ أَحْرَصُ الْخَلْقِ عَلٰى كُلِّ خَيرٍ ــ أَنَّهُ طَلَبَ مِنْ مَّيِّتٍ شَيْئًا .))[2]

''یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر ثواب کا حریص اور کون ہوسکتا ہے، لیکن کسی صحابی سے بھی منقول نہیں ہے کہ انہوں نے صاحب قبر سے کچھ مانگا ہو۔''

(2) توسل بجاہ النبی ﷺ وبحرمۃ النبی ﷺ:

ائمہ دین کے نزدیک یہ بھی مشروع و مسنون نہیں ہے، چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

[1] روح المعاني : ٤/ ١٢٥.
[2] روح المعانی : ٤/ ١٢٥.

((وَلَمْ يَعْهدِ التَّوَسَّلَ بِالْجَاهِ وَالْحُرْمَةِ أَحَدِ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ......))

''اور نبی کریم ﷺ کے جاہ وحرمت سے وسیلہ پکڑنا کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت نہیں......''

((وَجَعَلَ مِنَ الْأَقْسَامِ الْغَيْرِ الْمَشْرُوْعِ قَوْلَ الْقَائِلِ اَللّٰهُمَّ أَسْئَلُكَ بِجَاهِ فُلَانٍ ...... فَإِنَّهُ لَمْ يُرْوَ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ أَنَّهُ دَعَا كَذَالِكَ))

''وسیلے کی غیر مشروع قسموں میں ایک قسم قائل کا یہ قول بھی ہے کہ الٰہی! میں تجھ سے بجاہ فلاں دعا کرتا ہوں، بلاشک وشبہ سلف (صالحین) میں سے کسی ایک سے بھی ایسا منقول نہیں کہ انہوں نے اس طرح دعا کی ہو......''

((وَمَا يَذْكُرُ بَعْضُ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا كَانَتْ لَكُمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَىٰ حَاجَةً فَاسْئَلُوْ اللّٰهَ تَعَالَىٰ بِجَاهِيْ فَإِنَّ جَاهِيْ عِنْدَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" لَمْ يَرْوِهُ أَحْدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلَا هُوَ شَيْءٌ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ .)) [1]

اور جو بعض عوام کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((إِذَا كَانَتْ لَكُمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَىٰ حَاجَةً فَاسْئَلُوا اللّٰهَ تَعَالَىٰ بِجَاهِيْ فَإِنْ جَاهِيْ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ .))

''کہ جب تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ہو تو میرے جاہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ عنداللہ میرا رتبہ ہے۔''

اسے کسی اہل علم نے روایت نہیں کیا اور نہ ہی حدیث کی کتابوں میں اس کا نام ونشان

[1] روح المعانی، أیضًا تفسیر آیت "الوسیلة".

موجود ہے۔

(3) توسل بالذوات:

''وسیلہ'' کی ایک صورت جو مشرکین مکہ میں رائج تھی جس نے عیسائیوں میں کفارہ کی صورت اختیار کی ناجائز ہے، قرآنِ کریم میں اس کی بارہا مذمت کی گئی ہے، مگر افسوس کہ خود قرآن کے ماننے والوں نے توسل کے مسئلہ کو کفارہ مسیح کے مترادف سمجھ رکھا ہے، اور انبیاء و صلحاء کی شفاعت کو اس قدر وسیع مانا گیا ہے کہ اللہ کے عدل و انصاف، تعادل میزان اور جزا و سزا کے قانون کی نفی لازم آتی ہے، جس طرح عیسائی کفارہ مسیح پر ایمان لانے کے بعد امتثالِ امر سے غافل اور پرسش اعمال سے بے پرواہ ہو چکے ہیں اسی طرح نام نہاد مسلمان شفاعت کے غلط تصور اور صلحاء کی ذات کو وسیلہ ٹھہرا لینے کے بعد اطاعت الٰہی اور مجازاتِ عمل سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتے ہیں، قرآنِ کریم نے اس قسم کے وسائل کی نہایت رعب دار الفاظ میں نفی کردی ہے، اور قیامت کے دن ایسے تمام اسباب منقطع ہو جانے کا اعلان کردیا ہے، جن سے لوگوں کی باطل آرزوئیں وابستہ ہوتی ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝۴۸﴾

(البقرة: ٤٨)

''اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا، اور نہ کسی کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، اور نہ ہی کوئی معاوضہ لیا جائے گا، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝۱۶۶﴾ (البقرة: ١٦٦)

"جب پیشوا لوگ اپنی اتباع کرنے والوں سے اظہار برأت کردیں گے، اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اور تمام ہی اسباب و وسائل ختم ہوجائیں گے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا کہ جن کو تم اپنے لیے وسیلہ سمجھتے ہو وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کون سا ان میں سے قریب تر ہے۔

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝﴾ (بنی إسرائیل : ٥٦، ٥٧)

"آپ کہہ دیجئے کہ تم اُن کو پکارو جنہیں اللہ کے سوا تم نے اپنا معبود سمجھ رکھا ہے، وہ نہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، اور نہ ہی اُسے بدل ڈالنے کی، جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں، کہ کون اس کے زیادہ قریب ہوجائے، اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے ڈرا جاتا ہے۔"

ایک اور مقام پر ان لوگوں کو ڈرایا ہے جو اللہ کو خالق، رازق اور مربی ماننے کے بعد کسی کو شفیع، واسطہ، وسیلہ اور تقرب بارگاہِ الٰہی کا ذریعہ جان کر اللہ کی الوہیت میں شریک کرتے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ اللہ کی حکومت کے پہلو بہ پہلو نہ ان کی حکومت ہے، نہ اس کی حکومت میں ان کی کچھ شرکت ہے، نہ مخلوقات میں سے کوئی اس کا مددگار ہے نہ پشت پناہ، اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے ماسوائے اس سے دلوں کا رشتہ بالکل کاٹ دیا، نہ رغبت جائز رکھی نہ رہبت، نہ عبادت، نہ استعانت، نہ توکل اور نہ توسل، غرض کوئی چیز باقی نہیں رکھی، جس میں

شرک کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود ہو۔

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ﴾ (سبا : ۲۲)

''اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے کہیے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہو انہیں پکارو تو سہی، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرّہ کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے، اور نہ ان لوگوں میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔''

البتہ ایک شفاعت باقی رکھی ہے، مگر اس کے بارے میں بھی صاف اور واضح فرمادیا:

﴿ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ ﴾ (سبا : ۲۳)

''اور نہ اس کے نزدیک سفارش کام آئے گی، سوائے اس شخص کے جس کے لئے وہ سفارش کی اجازت دے گا۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

((وَقَدْ قَطَعَ اللّٰهُ الْأَسْبَابَ الَّتِيْ يَتَعَلَّقُ بِهَا الْمُشْرِكُوْنَ جَمِيْعَهَا فَالْمُشْرِكُ إِنَّمَا يَتَّخِذُ مَعْبُوْدَهُ كَمَا يَحْصِلُ لَهُ مِنَ النَّفْعِ ، وَالنَّفْعُ لَا يَكُوْنُ إِلَّا مِمَّنْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْ هَذِهِ الْأَرْبَع: إِمَّا مَالِكٌ مِمَّا يُرِيْدُ عَابِدُهُ مِنْهُ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَالِكًا كَانَ شَرِيْكًا لِلْمَالِكِ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ شَرِيْكًا لَهُ كَانَ مُعِيْنًا لَهُ وَظَهِيْرًا ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُعِيْنًا وَلَا ظَهِيْرًا كَانَ شَفِيْعًا عِنْدَهُ . فَنَفَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمَرَاتِبَ الْأَرْبَعَ نَفْيًا مَرْتَبُهُ مُنْتَقِلًا مِنَ الْأَعْلٰى إِلَى الأَدْنٰى ، فَنَفَى الْمِلْكَ وَالشِّرْكَةَ وَالْمُظَاهَرَةَ، وَالشَّفَاعَةَ الَّتِيْ يَطْلُبُهَا الْمُشْرِكُ، وَأَثْبَتَ

شَفَاعَةً لَا نَصِيبَ فِيهَا لِمُشْرِكٍ ، وَهِيَ الشَّفَاعَةُ بِإِذْنِهِ .)) ❶

''یعنی اس آیت کریمہ میں ان تمام بنیادوں کو ڈھا دیا گیا ہے جن پر مشرکین کے اعتقادات کی عمارت قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشرک صرف حصولِ منفعت کے لئے ہی شرک کرتا ہے اور کوئی شخص اس وقت تک نفع نہیں دے سکتا جب تک کہ اس میں ان صفاتِ اربعہ میں سے کوئی وصف موجود نہ ہو، یا تو وہ خود اس چیز کا مالک ہو جو اس سے مانگی جاتی ہے، یا اس سے کم یعنی وہ مالک کا شریک ہو، یا اس سے بھی کم کہ وہ مالک کا معین و مددگار ہو، یا اس سے بھی کمتر یعنی وہ مالک کے ہاں سفارش ہی کرسکتا ہو، پس اللہ تعالیٰ نے ان سب مراتب کی نفی کردی، نہ کسی کا ملک ہے، نہ شرکت کا مظاہرہ ہے اور نہ سفارشی، البتہ ایک شفاعت کو بحال رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوگی، اس میں مشرک کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے، وہ صرف اہل توحید کے لئے ہوسکتی ہے۔''

وَفِي هٰذَا كَفَايَةٌ لِمَنْ لَهُ دِرَايَةٌ

(18) قبروں پر نماز پڑھنا:

سیّدنا مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قبروں کے اوپر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔'' ❷

اور سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمام زمین مسجد ہے، سوائے قبرستان اور حمام کے۔'' ❸

اس بارہ میں نہی اور سخت ممانعت کی روایات کثرت سے آئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبروں کو نماز کے لیے مخصوص کرنے میں بت پرستوں کے ساتھ مشابہت ہے جو بتوں کی تعظیم

❶ فتح المجید، ص: ۱۷۹.

❷ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم: ۲۲۵۰.

❸ سنن ابوداؤد، أوّل کتاب الصلاة، رقم: ۴۹۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کے لیے ان کے آگے سجدہ کرتے اور ان کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ اور ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ بت پرستی کی ابتداء اسی فتنہ قبور سے ہوئی تھی۔ اور اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اہل کتاب پر لعنت کی۔ کیونکہ انھوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنایا۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ اغاثۃ اللھفان میں اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں: کہ جس کی وجہ سے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں پر مساجد بنانے سے منع فرمایا اور یہ وہ علت ہے جس نے بہت سی امتوں کو یا تو شرک اکبر یا اس سے کم درجہ کے شرک میں مبتلا کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی قبر کے ساتھ شرک کرنا جس کی نسبت انسان کا خیال صلاحیت اور نیکی کا ہو انسان کو زیادہ مائل کرتا ہے بہ نسبت اس کے شرک کے کسی درخت یا پتھر کے ساتھ، اس لیے تم دیکھو گے کہ بہت سے لوگ قبروں کے پاس خشوع اور خضوع اور گریہ زاری کرتے ہیں اور دل سے ایسی عبادت کرتے ہیں جو مسجد میں نہیں کرتے اور نہ پچھلی رات میں ایسی عبادت کرتے ہیں، بعض ان میں سے قبروں کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور اکثر قبروں کے پاس نماز ادا کرنے میں ایسی برکت کے امیدوار ہوتے ہیں، جس کی امید انھیں مسجد میں ادا کی ہوئی نماز سے نہیں ہوتی۔ اسی خرابی کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اس عقیدہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور قبرستان میں مطلقاً نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ خواہ وہاں نماز پڑھنے والے کا قصد قبر کے پاس نماز ادا کرنے کا نہ ہو اور نیز آپ نے طلوع اور غروب اور استوائے شمس کے وقت نماز کے ادا کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ یہ ایسے اوقات ہیں جن میں مشرکین سورج کی عبادت کرتے ہیں۔ پس اپنی امت کو ان اوقات میں نماز سے بالکل منع کر دیا اگرچہ ان کا ارادہ مشرکین کا سا نہ ہو۔

مری توحید کے اور شرک سے یہ ساز باز
اک طرف سے قبروں پر سجدہ دوسری جانب نماز

سلف صالحین قبروں کی عبادت و پرستش سے کس طرح منع فرمایا کرتے، ذیل میں مذکور

واقعہ سے ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو جاتا ہے:

امام محمد بن اسحاق نے کتاب المغازی (من زیارات یونس لکبیر) میں ابوالعالیہ رفیع بن مہران الریاحی رحمہ اللہ سے روایت ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تستر شہر کو فتح کیا تو وہاں شاہی خزانے میں ایک پلنگ پر ایک لاش پڑی تھی، جس کے متعلق لوگوں کا عقیدہ تھا کہ یہ نبی دانیال علیہ السلام کی میّت ہے جو کہ تین صدیوں سے وہاں رکھی ہوئی تھی اور ان کا جسم محفوظ تھا، لوگ بارش طلب کرنے کے لیے ان کی لاش کو باہر نکالتے تھے۔ چنانچہ ہم نے دن میں تیرہ مختلف قبریں کھودیں اور رات میں اس لاش کو کسی ایک قبر میں دفن کر دیا اور سب قبروں کے نشانات مٹا دیے تاکہ وہ لاش لوگوں سے غائب ہو جائے اور وہ دوبارہ اسے نہ نکال لیں۔ [1]

(19) قبر کی طرف رخ کر کے صاحب قبر سے دعا کرنا:

قبر کی طرف منہ کر کے صاحب قبر سے استغاثہ بھی شرک ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بوقت دعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف رخ کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ [2]

[1] اغاثۃ اللھفان از ابن القیم: ۱/۲۲۲۔ فوائد از ابو القاسم تمام رازی، ص: ۳۱۲.

[2] التوسل والوسیلۃ، ص: ۲۹۲۔ روح المعانی: ۶/۱۲۵۔ مجمع النھر فی شرح ملقی البحر: ۱/۳۱۳.

(10)......غیر اللہ کو اپنے معاملات میں کافی سمجھنا

کفار مکہ نبی کریم ﷺ کی موت کی خواہش کرتے تھے اور انھوں نے اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے آپ کو قتل بھی کرنا چاہا، اس پس منظر میں اللہ ربّ العزت نے اپنے رسول کو اطمینان دلایا کہ آپ کا رب آپ کے لیے یقیناً کافی ہے۔ اس لیے کفار قریش آپ کا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گے اور ان کی سازشیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ اور وہ لوگ اپنی غایت جہالت و نادانی میں آپ کو اپنے بتوں سے ڈراتے ہیں، کہتے ہیں کہ وہ بت آپ کو قتل کروادیں گے یا جنون میں مبتلا کردیں گے۔ درحقیقت اللہ جس کو گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، جیسے کفار مکہ ہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت دے، جیسے آپ ہیں، اسے راہِ ہدایت سے کوئی بھٹکا نہیں سکتا ہے، اور اللہ بڑا زبردست اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انتِقَامٍ ﴿٣٧﴾ ﴾ (الزمر: ٣٦، ٣٧)

''کیا اللہ اپنے بندے (نبی ﷺ) کے لیے کافی نہیں ہے، اور مشرکین آپ کو اللہ کے سوا جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں، اور جسے اللہ گمراہ کردے، اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت دے، اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، کیا اللہ زبردست، انتقام لینے والا نہیں ہے۔''

تشریح:...... چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور کفارِ قریش میدانِ بدر میں جس طرح ذلیل و

رسوا ہوئے، تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو یہ پتا چلتا ہے۔ اور بالآخر جب مکہ فتح ہوگیا اور کفار کی طاقت ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گئی۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ اگر کفار صلح کے ذریعہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو اللہ مسلمانوں کے لیے کافی ہوگا جیسا کہ اس نے میدان بدر میں فرشتوں کے ذریعہ مدد کی تھی۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ۙ﴾ (الانفال: ٦٢)

''اور وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو اللہ آپ کے لیے کافی ہوگا، اس نے اپنی خصوصی مدد اور مومنوں کے ذریعہ آپ کو قوت پہنچائی۔''

اور پھر تو ذیل کی آیت کریمہ میں اس بشارت کو تمام امور اور تمام حالات کے لیے عام کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

(الانفال: ٦٤)

''اے میرے نبی! اللہ آپ کے لیے کافی ہے، اور ان مومنوں کے لیے جنھوں نے آپ کی پیروی کی ہے۔''

تشریح:...... بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کو اپنے معاملات کے لیے کافی سمجھتے ہیں، اور ان کا کہنا ہوتا ہے کہ یہ بھی اللہ کے برگزیدہ ہیں، اور انھیں یہ اختیار خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، یہ شرک ہے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ: ''اکیلا اللہ آپ کے لیے کافی اور آپ کے پیروکار مومنوں کے لیے کافی ہے۔ اللہ کے علاوہ آپ کو کسی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آگے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے اس آیت کی تفسیر میں بڑی زبردست ٹھوکر

کھائی ہے، اور کہا ہے کہ اللہ اور مومنین آپ کے لیے کافی ہیں، یہ معنی سراسر غلط ہے، اس لیے کہ توکل، تقوی اور عبادت کی طرح (کفایت) بھی اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ جہاں تک تائید کا تعلق ہے تو اللہ اپنے نبی کی تائید کبھی خود کرتا ہے اور کبھی مومنوں کے ذریعہ کراتا ہے۔ اسی لیے آیت (۶۲) میں اللہ نے فرمایا: ﴿فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ﴾ ''یعنی آپ کے لیے صرف اللہ کافی ہے۔'' اس کے بعد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِۦ وَبِالْمُؤْمِنِينَ﴾ یعنی ''اللہ نے آپ کی تائید خود بھی کی اور مومنوں کے ذریعہ بھی کرائی'' اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے جن اہل توحید اور اہل توکل بندوں نے صرف اللہ کو اپنے لیے کافی مانا، اللہ نے سورۂ آل عمران کی آیت (۱۷۳) میں ان کی تعریف کی اور فرمایا: ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ''وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے ان کا ایمان بڑھا دیا، اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔'' اللہ کے ان نیک بندوں نے ((حَسْبُنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ)) یعنی ''اللہ اور اس کا رسول ہمارے لیے کافی ہے'' نہیں کہا، بلکہ یہ کہا کہ صرف اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر مشرکین عرب آپ کی دعوت کو قبول نہ کریں تو آپ فرما دیجیے:

﴿فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾﴾ (التوبہ: ۱۲۹)

''اگر اس کے بعد بھی منہ پھیر لیتے ہیں تو فرما دیجیے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں نے اسی پر توکل کیا ہے، اور وہ عرش عظیم

[1] زاد المعاد، مقدمة: ۱/۳۸.

کا مالک ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص ہر دن صبح و شام ((حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ)) سات مرتبہ پڑھ لیا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلات کو آسان کر دے گا اور اس کی حاجتوں کو پورا کرے گا۔ [1]

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ معبد الخزاعی جب ابوسفیان اور اس کی فوج کو مسلمانوں سے مرعوب کرنے کے بعد واپس ہو گئے، تو قبیلہ عبدالقیس کا ایک قافلہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا، اس نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ کہا: مدینہ، پوچھا کس لیے؟ کہا: خوراک حاصل کرنے کے لیے، ابوسفیان نے کہا کہ تم لوگ محمد کو ہمارا ایک پیغام دو، اس کے بدلے ہم تمھیں عکاظ کے بازار میں کشمش دیں گے۔ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ کہا کہ جب محمد سے ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ ہم نے باقی مسلمانوں کا صفایا کرنے کے لیے آنے کا فیصلہ کر لیا ہے، عبدالقیس کا یہ قافلہ حمراء الاسد میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا اور ابوسفیان کا پیغام پہنچا دیا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کہا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کہ ''اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔'' اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝۱۷۳﴾

(آل عمران: ۱۷۳)

''جن سے لوگوں نے کہا کہ کفار تم سے جنگ کے لیے جمع ہو گئے، تم ان سے ڈر کر رہو، تو اس خبر نے ان کا ایمان بڑھا دیا، اور انھوں نے کہا کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة بحوالہ سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۸۱.

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ جد الانبیاء ابراہیم علیہ السلام نے کہا جب وہ آگ میں ڈالے جانے لگے، اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جب لوگوں نے کہا کہ مشرکین قریش اپنی پوری قوت مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جمع کر رہے ہیں۔ ❶

امام بخاری کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ آخری کلمہ تھا جو خلیل علیہ السلام کی زبان سے آگ میں پڑتے وقت نکلا تھا۔ ❷

اُمّ المومنین حضرت زینب اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زینب نے فخر سے فرمایا: میرا نکاح خود اللہ نے کر دیا ہے اور تمہارے نکاح ولی وارثوں نے کیے ہیں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میری برات اور پاکیزگی کی آیات اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنے کلام میں نازل فرمائی ہیں۔ حضرت زینب اسے مان گئیں اور پوچھا، یہ بتاؤ تم نے حضرت صفوان بن معطل کی سواری پر سوار ہوتے وقت کیا پڑھا تھا، صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ((حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ .)) یہ سن کر اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا، تم نے ایمان والوں کا کلمہ کہا تھا۔ ❸

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٥٦٣.

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٥٦٤.

❸ تفسیر ابن کثیر: ٥٨٠/١، طبع مکتبہ قدوسیہ، لاھور.

(11)......اللہ کے ارادہ اور مشیت میں غیر کو شریک سمجھنا

ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت سے ہوتا ہے۔ وہ جیسے ارادہ کرتا ہے، کر گزرتا ہے، عزت و ذلت، مغفرت و عذاب، بارش کا نزول، ہدایت و گمراہی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ ہوتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ (الحج : ۱۸)

''بے شک اللہ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾﴾ (آل عمران : ۲۶،۲۷)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے میرے اللہ! حقیقی بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے، بادشاہی عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ذلیل بنا دیتا ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، تو رات کو دن میں، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور زندہ کو مردہ سے، اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔''

تشریح:...... ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کا طریقہ سکھلایا ہے، اور تسبیح وتحمید کی تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ مالکِ کل، مالکِ مطلق اور مالکِ حقیقی ہے۔ اپنے ملک میں جسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، ایجاد کرتا ہے، ختم کرتا ہے، مارتا ہے، زندہ کرتا ہے، عذاب یا ثواب دیتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ کوئی اسے روک سکتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے، بادشاہ بنا دیتا ہے، اس لیے کہ حقیقی بادشاہت اسی کے ساتھ خاص ہے، اور دوسروں کی بادشاہت مجازی اور عارضی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں عزت وذلت ہے، اور اسی کے ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں۔

رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، یعنی ایک کو دوسرے کے پیچھے لا کر یا نقص وزیادتی کے ذریعہ اور حیوان کو نطفہ سے اور نطفہ کو حیوان سے پیدا کرتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مومن کو کافر سے، اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بلا حد وحساب روزی عطا کرتا ہے۔

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۟ۙ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۝﴾ (الشوری: ۴۹، ۵۰)

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے۔ یا انھیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، وہ بے شک بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔"

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں بتلایا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا بادشاہ صرف اللہ ہے، اس کی بادشاہت میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے، وہ جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، کسی کو بیٹا دیتا ہے، کسی کو بیٹی دیتا ہے، اور کسی کو دونوں دیتا ہے، اور

کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے، یعنی اس کے یہاں اولاد نہیں ہوتی۔ ان تمام بھیدوں کو صرف وہی جانتا ہے، اور وہ ہر بات کی قدرت رکھتا ہے۔ لہٰذا بندہ کو اللہ کی تقدیر وقسمت پر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے، اس میں اس کے لیے دین ودنیا کی بھلائی ہے۔

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝﴾

(الدھر : ۳۰)

''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے، بے شک اللہ بڑا جاننے والا، بڑی حکمتوں والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ آپ جب بھی کسی کام کا ارادہ کریں تو کہیں کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں یہ کام کروں گا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؗ﴾

(الکھف : ۲۳، ۲۴)

''اور آپ کسی چیز کے بارے میں نہ کہیے میں اس کام کو کل کروں گا۔ ہاں، یوں کہیے کہ اگر اللہ چاہے گا (تو کروں گا)۔''

تشریح:...... ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ جب قریش والوں نے یہود کے اشارے پر آپ ﷺ سے تین سوالات کیے، تو آپ نے وحی کی اُمید میں ان سے کہا کہ میں کل تمھارے سوالات کا جواب دوں گا اور ''ان شاء اللہ'' نہیں کہا۔ اس کے بعد پندرہ دن تک وحی نہیں آئی، پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ ﷺ کو اپنے رب کے ساتھ حق ادب سکھایا گیا کہ آئندہ جب بھی کسی کام کا ارادہ فرمائیں تو کہیں کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں یہ کام کروں گا۔

ایک یہودی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر کہا کہ تم لوگ شرک کرتے ہو، تم یوں کہتے ہو ''مَا شَاءَ اللّٰهُ وَمَا شِئْتَ'' ''وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں''

نیز تم کعبہ کی قسم بھی اُٹھاتے ہو، تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ کعبہ کی بجائے رب کی قسم اٹھایا کریں، اور "مَا شَاءَ اللّٰهُ وَمَا شِئْتَ" کی بجائے "مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ" ''وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور پھر آپ چاہیں'' کہا کریں۔ [1]

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: "مَا شَاءَ اللّٰهُ وَمَا شِئْتَ" یعنی ''وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرادیا؟ صرف اتنا کہو: ''ما شاء اللّٰه'' ''وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ [2]

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

---

[1] سنن نسائی، کتاب الایمان والنذور، رقم: ۳۷۱۳۔ مستدرك حاکم: ۳۳۱/٤، رقم: ۷۸۱۵۔ مسند احمد: ۳۷۱/٦، رقم: ۲۷۱۳۸۔ امام حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] الأدب المفرد، باب قول رجل ما شآء اللّٰه، رقم: ۷۸۳۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(12)......غیر اللہ سے ڈرنا

خشیت عبادت ہے، جس کا حق دار صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے، لہٰذا غیر اللہ سے ڈرنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم کفار کی فتنہ انگیز باتوں سے مت گھبراؤ، اور محض مجھ سے ڈرو، اور میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِيْ﴾ (البقرہ: ۱۵۰)

''پس تم لوگ اُن سے نہ ڈرو، اور صرف مجھ سے ڈرو۔''

حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ تھا کہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝۹۰﴾ (الانبیاء: ۹۰)

''بے شک وہ لوگ خیر کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے، اور ہمیں امید وخوف کی حالت میں پکارتے تھے، اور ہمارے لیے خشوع وخضوع اختیار کرتے تھے۔''

اس کے برعکس شیطان بنی آدم کو اپنے اولیاء اور پیروکاروں کا خوف دلاتا ہے، اور گمراہ کرکے ان کی درگاہوں پہ لے جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس شرکیہ عمل سے بھی منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۷۵﴾ (آل عمران: ۱۷۵)

''بے شک وہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، پس تم لوگ ان سے نہ ڈرو، اور اگر مومن ہو تو مجھ سے ڈرو۔''

(13)......غیر اللہ سے فریاد کرنا

جو کروٹ بدلنا نہیں جانتے ہیں
یہ انھیں اپنا حاجت روا مانتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے کہ ہر مصیبت، پریشانی اور حاجت کے لیے اسی کو پکارا جائے اور اُسی سے سوال کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾﴾

(المؤمن : ١٤)

''پس تم لوگ اللہ کو اس کے لیے بندگی کو خالص کر کے پکارو چاہے کفار برا مانیں۔''

پکارنا عبادت ہے، جو محض رب العزت کے ہی لائق ہے، کسی کو پکارنا شرک ہوگا، مگر ہمارے معاشرے میں لوگوں کی زبانوں پر یہی جملے ہوتے ہیں کہ ''جو کچھ مانگنا ہے درِ مصطفیٰ سے مانگ'' جو کہ کتاب وسنت کی تعلیمات کے صریحاً خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی سارے جہان کا ''رب'' ہے، اُس نے اپنے بندوں کو ازراہِ خیر خواہی اپنے رسول ﷺ کی زبانی یہ تعلیم دی کہ میرے بندو! تم سب صرف مجھے پکارو، میں ہی تمہاری پکار کا جواب دوں گا، اور تمہاری دعائیں قبول کروں گا، کیونکہ تم سب میرے بندے ہو، اور میں ہی تمہارا رب ہوں۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾﴾ (المؤمن : ٦٠)

''اور تمہارے رب نے کہہ دیا ہے، تم سب مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول

کروں گا، بے شک جو لوگ کبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے، وہ عنقریب ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ.)) ''پکار عبادت ہے۔'' پھر آپ نے دلیل کے طور پر مندرجہ بالا آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ [1]

تشریح:...... مندرجہ بالا حدیث پاک اور قرآن آیت سے درج ذیل مسائل استنباط ہوتے ہیں۔

۱: پکار کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ کو پکارنا عبادت ہے۔

۳: اللہ تعالیٰ پکار کو قبول کرتا ہے۔

۴: جو شخص اللہ کو نہیں پکارتا وہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

فی زمانہ لوگ یارسول اللہ، یا علی، یا حسن، یا حسین، یا فاطمہ، یا گنج بخش، یا دستگیر، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کا ورد کرتے ہیں، حالانکہ جنھیں وہ پکارتے ہیں وہ بھی اللہ کے بندے ہیں اور ان کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾﴾ (الاعراف: ۱۹۴)

''بے شک اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو، وہ تم ہی جیسے اللہ کے بندے ہیں، تو تم انھیں پکارو، اور اگر تم سچے ہو تو انھیں تمھاری پکار کا جواب دینا چاہیے۔''

رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو مت پکاریں جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے

---

[1] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۳۷۲۔ سنن ابن ماجه، کتاب الدعاء، رقم: ۳۸۲۸۔ مسند أحمد: ۲۶۷/٤، ۲۷۱، ۲۷۲۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۸۸۷، ۸۹۰۔ مستدرك حاکم: ۶۶۷/۱۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲٦٥٤.

اور نہ نقصان، اس لیے کہ ایسا کرنا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾﴾ (یونس : ۱۰۶)

''اور اللہ کے سوا ان معبودوں کو نہ پکاریے جو آپ کو نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، اور اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً اس وقت آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔''

کیونکہ دعا و عبادت کی تمام قسمیں، خشوع و خضوع، جھکنا اور سر جھکانا، سجدہ کرنا، نذر و نیاز، اللہ کے لیے خاص ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿١٤﴾﴾ (الرعد : ۱٤)

''صرف اسی کو پکارنا حق ہے، اور جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، وہ ان کی کوئی حاجت پوری نہیں کرتے ہیں، ان کی حالت اس آدمی کی ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے، تاکہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا، اور کافروں کا اپنے معبودوں کو پکارنا رائگاں ہی جاتا ہے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ مضطر و پریشان حال کی پکار کو اللہ تعالیٰ ہی سنتا ہے، وہی اس کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے، لہٰذا صرف اس کی عبادت کی جانی چاہیے، اسی کے سامنے گریہ و زاری کرنی چاہیے اور جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں، پرستش کرتے ہیں، ان کی مثال اس آدمی کی ہے۔ جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے تاکہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، لیکن پانی اس کی پیاس کو محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی دیکھ پاتا ہے کہ کوئی اپنے ہاتھ اس کے سامنے پھیلائے ہوئے ہے، اس لیے نہ وہ اس کی فریاد سن پاتا ہے

اور نہ اس کے منہ تک پہنچتا ہے۔ بتوں کا حال بھی ایسا ہی ہے، وہ اپنی عبادت کرنے والوں کی ادنیٰ مانگ بھی پوری نہیں پاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کی عبادت اور بتوں سے ان کی فریاد طلبی ان کے کسی کام نہیں آئے گی، بلکہ وبالِ دین وایمان بن جائے گی۔

غیر اللہ کو پکارنا بہت بڑی برائی ہے، لہٰذا جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو پکارتا ہے، اس کی پرستش کرتا ہے جس کی کوئی دلیل نہیں، تو اسے اس بُرے عمل کا اپنے رب کے حضور کھڑے ہوکر حساب دینا ہوگا، اور اسے اس برائی کا بدلہ ضرور ملے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۱۱۷﴾ (المؤمنون : ۱۱۷)

''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے گا، جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا، بے شک کفار کامیاب نہیں ہوں گے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے اعلان کرادیا کہ:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝۲۰﴾ (الجن : ۲۰)

''آپ فرمادیجیے، میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا ہوں۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((أَنْ تَدْعُوَا لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ، قَالَ. ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِيْقَهَا

﴿وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾﴾

[الفرقان: ٦٨تا٦٩] .)) ❶

''تو اللہ کا شریک بنائے اور اس کے ساتھ کسی اور کو پکارے حالانکہ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس آدمی نے کہا: پھر کونسا گناہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تنگی رزق کے خدشے سے تو اپنی اولاد کو قتل کر ڈالے۔ اس نے کہا: پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کے لیے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے ہیں، اور جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے ہیں، اور نہ وہ زنا کرتے ہیں، اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنے گناہوں کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دوہرا کر دیا جائے گا اور وہ اس سے ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار بن کر رہے گا۔''

❶ صحیح بخاری، کتاب الدیات، رقم: ٦٨٦١۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ٨٦۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ٣١٨٣۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق، رقم: ٢٣١٠۔ مسند أحمد: ٣٨٠/١، ٤٣١، ٤٣٤، ٤٦٢، ٤٦٤.

(14)......فوت شدگان سے حاجات طلب کرنا

کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ فوت شدگان انسان کا استغاثہ سنتے ہیں اور اس کے بعد انسانیت کی مدد و نصرت کرنے پر طاقت و قدرت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کی قوت سماعت بہت تیز ہوتی ہے، جیسے تلوار کی دھار تیز ہوتی ہے۔

(۱)......انبیاء و مرسلین، اولیاء و صالحین سے ان کے وصال کے بعد استعانت و استمداد جائز ہے۔ اولیاء اللہ بعد اِنتقال بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں۔ [1]

(۲)......سیّدہ احمد بدوی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، جسے کوئی حاجت ہو تو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر اپنی حاجت مانگے تو میں اس کی حاجت کو پورا کروں گا۔ [2]

(۳)......اولیاء کو قبر کی مکھی تو کیا، عالم پلٹ دینے کی طاقت ہے، مگر توجہ نہیں دیتے۔ [3]

حالانکہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالی شان ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ﴾

(النمل : ۸۰)

''بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکیں گے، اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکیں گے، جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں گے۔''

اور سورۃ فاطر آیت (۲۲) میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَ

[1] رسالہ حیات الموت از احمد رضا خان بریلوی، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص: ۳۰۰۔
[2] انوار الانتباہ فی نداء یارسول اللہ بحوالہ مجموعہ رسائل رضویہ، جلد اوّل، صفحہ ۱۸۱.
[3] جاء الحق از مفتی احمد یار گجراتی، ص: ۲۳۔

مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾ (الفاطر: ٢٢)

''اور زندہ اور مردہ لوگ برابر نہیں ہیں، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور جو لوگ قبروں میں مدفون ہیں انھیں آپ نہیں سنا سکتے۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿١٤﴾﴾

(الفاطر: ١٣، ١٤)

''اور اس کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم انھیں پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے، اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے، اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے، اور تمہیں اُس کے مانند کوئی خبر نہیں دے سکتا جو ہر چیز سے باخبر ہے۔''

تشریح:...... مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ مشرکین اس کے سوا جن معبودوں کو پکارتے ہیں، وہ تو ایک تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ وہ اگر انھیں پکاریں گے تو ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے، اس لیے کہ وہ بے جان ہیں، اور اگر بفرض محال سن بھی لیں، تو تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں، کیونکہ وہ نفع ونقصان کی ایک ذرہ کے برابر بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں، اور روزِ قیامت تو وہ اپنے معبود ہونے اور اس بات کا قطعی طور پر انکار کر دیں گے کہ مشرکین ان کی پوجا کرتے تھے، یا وہ ان کی عبادت پر راضی تھے۔

اسی مضمون کو سورۃ الاحقاف میں بایں الفاظ بیان فرمایا کہ:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ

الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝﴾ (الاحقاف: ٤ تا ٦)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے، ذرا غور تو کرو، اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ تو سہی کہ انھوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے، یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کوئی اشتراک ہے، اگر تم سچے ہو تو اس قرآن سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی نقل شدہ علم لاؤ اور اس آدمی سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے بجائے اُن معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کو نہ سن سکیں گے، اور وہ اُن کی فریاد و پکار سے یکسر غافل ہیں۔ اور جب لوگ میدانِ محشر میں لائے جائیں گے تو وہ معبود اُن کے دشمن ہو جائیں گے، اور اُن کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''

تشریح:...... مفسرین لکھتے ہیں کہ معبودانِ باطل کا اپنی زبان سے اس بات کا اعلان کہ ان مشرکین نے ہماری عبادت نہیں کی تھی، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ معبود یا تو شیاطین ہوں گے جو جھوٹ بولیں گے، یا ملائکہ اور عیسیٰ اور عزیر ہوں گے جو اپنی عبادت کیے جانے پر کبھی راضی نہیں تھے، تو وہ حقیقت معنوں میں اپنی براءت کا اعلان کریں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، بلکہ ان شیاطین کی عبادت کرتے تھے جو انھیں شرک باللہ کی تعلیم دیتے تھے۔ اور اگر وہ مٹی یا پتھر کے بنے بت ہوں گے تو یا تو وہ زبان حال سے مشرکین کو جھٹلائیں گے یا اللہ انھیں قوت گویائی دے دے گا، اور وہ اپنے پجاریوں کی پرستش کا انکار کر دیں گے، اس لیے کہ زمین و آسمان کا ایک ایک ذرّہ جانتا ہے کہ اللہ کے

سوا کوئی عبادت کے مستحق نہیں ہے۔ [بحوالہ تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۴۰۶، ۱۴۰۷]

سورۃ الاعراف میں مشرکین کے اس عقیدہ کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۹۷)

''اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ تمھاری مدد نہیں کر سکتے ہیں اور نہ اپنی آپ مدد کر سکتے ہیں۔''

مزید فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۹٤)

''بے شک اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو، وہ تم ہی جیسے اللہ کے بندے ہیں تو تم انھیں پکارو اور اگر تم سچے ہو تو انھیں تمہاری پکار کا جواب دینا چاہیے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

''مردوں سے مدد طلب کرنا اور حاجات طلب کرنا شرک کی ایک قسم بلکہ اصل شرک ہے۔ درحقیقت مرنے کے بعد آدمی کا سلسلہ عمل منقطع ہوتا ہے وہ پکارنے والے کے لیے تو کیا؟ خود اپنی ذات کے لیے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوتا۔'' [1]

علامہ صنع اللہ حنفی نے لکھا ہے کہ:

''لوگوں کا یہ کہنا کہ اولیاء کرام کو ان کی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی حق تصرف ہے، اللہ تعالیٰ کے فرامین کی روشنی میں مردود ہے:

﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ (النمل: ٦٠) ''کیا ہے کوئی معبود اللہ کے ساتھ؟''

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ (الاعراف: ٥٤) ''خبردار! اس کے لیے پیدا

[1] مدارج السالکین: ۱/ ۳٤٦.

کرنا اور حکم ہے۔''

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (المائدہ: ۱۲۰) ''اللہ کے لیے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔''

یہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کو خلق، تدبر، تصرف اور تقدیر کا حق حاصل ہے، ان امور میں میں کسی صورت کسی غیر اللہ کا کوئی حصہ نہیں، پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے ملک، قہر اور تصرف کے تحت ہے۔'' [1]

[1] مغنی المرید: ۱/۱۱۹۰۔ تیسیر العزیز الحمید، ص: ۲۳۲.

(15)......رسول اللہ ﷺ کو مختار کل جاننا

اللہ تعالیٰ مختار کل ہے، خزانوں کا مالک وہی ہے، وہ ان میں سے لوگوں کی خواہش کے مطابق انھیں عطا کرتا ہے۔ اس کے برعکس کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کو مختار کل سمجھتے ہیں۔

(۱)......صرف حضور اکرم ﷺ ہی مالک کل اور مختار مطلق نہیں، بلکہ دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام بھی ان خدائی صفات میں شریک ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''انبیائے کرام مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی روح پر تصرف کرسکتے ہیں۔ اور ان کو اس قدرت وقوت ہے کہ مخلوق کے ظاہر پر تصرف کرسکتے ہیں۔ [1]

(۲)......انبیائے کرام علیہم السلام مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کرسکتے ہیں اور ان کو اس کی قدر قدرت وقوت ہے، جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کرسکتے ہیں۔ [2]

(۳)...... احمد رضا صاحب کے ایک پیروکار اپنے مطاع ومقتداء سے نقل کرتے ہیں کہ: رسول اکرم ﷺ زمینوں اور لوگوں کے مالک ہیں اور تمام مخلوقات کے مالک ہیں۔ اور حضورِ اکرم ﷺ کے ہاتھ جنت و دوزخ کی کنجیاں ہیں۔ اور وہی ہیں جو آخرت میں عزت عطا فرماتے ہیں اور حضور قیامت کے دن صاحب قدرت اور با اختیار ہوں گے۔ اور حضورِ اکرم ﷺ مصیبتوں اور تکالیف کو دور فرماتے ہیں اور وہ اپنی امت کے محافظ اور مددگار ہیں۔ [3]

حالانکہ یہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ مشرکین مکہ سے کہہ دیجیے کہ اللہ نے روزی کے خزانے میرے حوالے نہیں کردیے ہیں، کہ میں اس میں سے

---

[1] جاء الحق از مفتی احمد یار گجراتی، ص: ۱۹۵۔۱۹۶۔
[2] جاء الحق، احمد یار گجراتی، ص ۱۹۵۔۱۹۶۔
[3] انوار رضا: ۲۴۰، مقال اعجاز البریلوی۔

تمھاری خواہش کے مطابق تمھیں دیتا رہوں، اور پہاڑ کو سونے میں بدلتا رہوں، ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ٥٠)

''آپ کہیے، میں تمھیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ تک بھیجی جاتی ہے، آپ کہیے کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوسکتا ہے، کیا تم لوگ سوچتے نہیں۔''

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر مشرک تھا، بت تراش تھا، آپ علیہ السلام نے اسے سمجھایا لیکن وہ نہ مانا، بالآخر آپ نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی، اور اس کے لیے کہا کہ میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کروں گا اور میں اس سے زیادہ کا مالک نہیں ہوں، یعنی آپ نے فرمایا کہ میں آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾

(الممتحنہ: ٤)

''میں آپ کے لیے ضرور دعائے مغفرت کروں گا، اور میں آپ کے لیے اللہ کی جانب سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔''

اور سورۃ الجن میں رسول اللہ ﷺ کی زبان پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝﴾ (الجن: ٢٠ تا ٢١)

''آپ کہہ دیجیے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا ہوں۔ آپ کہہ دیجیے، میں تمھارے لیے کسی نفع یا نقصان کا

مالک نہیں ہوں۔"

اور سورۃ یونس میں فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝﴾

(یونس: ٤٩)

"آپ کہیے کہ میں تو اپنی ذات کے لیے بھی دفع ضرر اور حصولِ منفعت کی قدرت نہیں رکھتا ہوں، مگر جو اللہ چاہے، ہر قوم کا ایک وقت مقرر ہے، جب ان کا وقت آجائے گا تو ایک گھڑی نہ وہ پیچھے ہوں گے اور نہ آگے۔"

نبی کریم ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ:

"اے بنی کعب لؤی اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی مرۃ بن کعب! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد شمس! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے میری بیٹی فاطمہ! اپنی جان کو جہنم کی آگ سے بچانا میں تمھارے لیے اللہ کے مقابلہ میں کوئی اختیار نہیں رکھتا الا یہ کہ میں تم سے صلہ رحمی کروں۔" [1]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے قریش کے گروہ! اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کرو، میں اللہ کے مقابلہ میں تمھارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے بنی عبد المطلب! میں اللہ کے مقابلہ میں تمھارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے پھوپھی صفیہ! میں تمھارے کسی کام نہ آؤں گا۔ اے رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ! میرے مال سے جو چاہے مانگ لے، اللہ کے مقابلہ میں تمھاری کوئی مدد نہیں کرسکوں گا۔" [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ٢٠٤ ـ سنن ترمذی، رقم: ٣١٨٥.

[2] صحیح بخاری، کتاب الوصایا، رقم: ٢٧٥٣.

صحیح مسلم میں حدیث آئی ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کو زخمی کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِيَّهُمْ وَكَسَرُوْا رَبَاعِيَتَهٗ وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ إِلَى اللّٰهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران: ۱۲۸).))

"وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی کہ جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا اور حتیٰ کہ اس کے رباعی دندان توڑ دیے اور حالانکہ نبی انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ: "کافروں کے لیے معاملہ میں آپ کا کوئی اختیار نہیں ہے۔"

اور سورۃ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ٻ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ١٨٨﴾ (الاعراف: ۱۸۸)

"آپ کہیے کہ میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، سوائے اس کے جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کا علم رکھتا تو بہت ساری بھلائیاں اکٹھی کر لیتا، اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، میں تو صرف ایمان والوں کو جہنم سے ڈرانے والا اور جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں۔"

تشریح:...... مندرجہ بالا آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم نہیں تھا، آپ ﷺ نے قرآن کی زبان میں فرمایا کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو پہلے سے ہی اسباب مہیا کر کے اپنے لیے فوائد ومنافع جمع کر لیتا، مثلاً قحط سالی کے زمانے کے لیے زرخیزی اور خوشحالی کے ایام میں ہی تیاری کر لیتا، تو مجھے کوئی تکلیف نہ لاحق ہوتی، لیکن ایسا نہیں کر سکتا۔

(16)......رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر سمجھنا

بعض حضرات کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اور ایک ہی وقت میں اپنے جسد اطہر کے ساتھ کئی مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں۔

بات یہیں پر نہیں رک جاتی، بلکہ ان کے نزدیک تو اولیاء اللہ بھی اس صفت سے متصف ہیں۔ یہ عقیدہ شریعت اسلامیہ کے نہ صرف خلاف، بلکہ اس سے انکار کے مترادف ہے۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ:

۱: حضور ﷺ تمام موجودات ومخلوقات اور ان کے جمیع احوال کو بتمام وکمال جانتے ہیں، ماضی، حال، مستقبل میں کوئی شے کسی حال میں ہو، حضور ﷺ سے مخفی نہیں۔ [1]

۲: کوئی مقام اور کوئی وقت حضور ﷺ سے خالی نہیں۔ [2]

۳: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔ [3]

۴: اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ جمع ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہوتے ہیں۔ [4]

۵: نبی کریم ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ اور دنیا میں جو کچھ ہوا، جو کچھ ہوگا، آپ ﷺ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں۔ [5]

---

[1] تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاظر والناظر، احمد سعید کاظمی، ص: ۶۵۔

[2] ایضاً، ص: ۲۵۔

[3] ملفوظات، ص: ۱۱۳، احمد رضا، ترتیب حسن رضا، طبع پاکستان۔

[4] جاء الحق، ص: ۱۵۰۔

[5] خالص الاعتقاد بریلوی، ص: ۴۶۔

اب ذرا ان عقائد باطلہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں دیکھیے گا کہ سراسر قرآن و سنت کے متضاد عقائد ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾﴾

(آل عمران : ٤٤)

''اے نبی! یہ قصہ منجملہ غیب کی خبر دی ہے کہ ہم اسے آپ ﷺ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ﷺ ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جب وہ اپنے قلم (بطور قرعہ نہر اردن میں) ڈال رہے تھے، کہ مریم کی کفالت کون کرے گا، اور جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے تو آپ اُن کے پاس موجود نہیں تھے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب تھے۔ انھیں غیب کی انہی باتوں کا پتا چلتا تھا جن کی خبر اللہ بذریعہ وحی انھیں دیتا تھا، جیسا کہ اس واقع میں اس کی صراحت آئی ہے۔

مزید برآں اس سے قائلین مسئلہ حاضر ناظر کی بھی تردید ہوتی ہے، اس لیے کہ جو باتیں رسول اللہ ﷺ نے سیّدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں لوگوں کو بتائیں وہ مشاہدہ کا نتیجہ نہیں تھیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان دنوں موجود نہ تھے۔ پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حاظر ناظر نہیں۔

قصہ یوسف علیہ السلام بیان کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾﴾ (یوسف : ١٠٢)

''یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے، جو ہم آپ کو بذریعہ وحی بتا رہے ہیں، اور جب وہ بطور سازش اپنے ارادے پر متفق ہو رہے تھے، تو آپ ان کے پاس

موجود نہیں تھے۔"

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ سیّدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ غیب کی باتیں تھیں، جو آپ کو بذریعہ وحی بتائی گئی ہیں، تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ اگر آپ پر وحی نازل نہ ہوتی تو آپ کو اس قصے کی تفصیلات کا علم نہ ہوتا۔ اور جب سیّدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی انھیں کنویں میں ڈالنے کی سازش کر رہے تھے اور انھیں اپنے ساتھ چلنے پر طرح طرح سے ورغلا رہے تھے، تو آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے کہ آپ کو ان کی اس سازش کا پتا چل جاتا۔ آپ کو جو کچھ معلوم ہوا وحی کے ذریعہ معلوم ہوا۔ یہی پتا چلا کہ آپ ﷺ حاضر نہیں۔

قرآن مجید کا پہلا ورق گردانا جائے تو سورۃ الفاتحہ کا مکی اور سورۃ البقرہ کا مدنی ہونا یہی بتلاتا ہے کہ آپ ﷺ ہم وقت ہر جگہ موجود نہ ہوتے تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ میں قیام فرما رہے تھے، تو قرآنِ مجید کا جو حصہ نازل ہوا، وہ مکی کہلایا۔ پھر جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو یہاں جو حصہ قرآنِ مجید کا نازل ہوا مدنی کہلایا۔ مذکورہ عقیدہ سے مکی اور مدنی سورتوں کی اس تقسیم کی کوئی وجہ ہی نہیں رہتی۔

واقعہ ہجرتِ مدینہ بھی یہی بتلاتا ہے کہ پہلے آپ مکہ میں موجود تھے، یہاں تیرہ سالہ دورِ نبوت گزار کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور یہاں عمر عزیز کے آخری دس برس گزارے۔ اگر آپ کا ہر جگہ حاضر و موجود ہونا تسلیم کر لیا جائے تو مکی اور مدنی دور، نیز ہجرت کے کوئی معنی ہی باقی نہیں رہتے! مزید گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو اس واقعہ ہجرت سے آپ ﷺ کے ہمہ وقت ہر جگہ موجود نہ ہونے کے اور بھی دلائل و براہین قرآنِ مجید مہیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾

(التوبہ: ٤٠)

''اگر تم رسول اللہ کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ خود ان کی مدد کر چکا ہے، جب کافروں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا تھا، اور وہ دو میں سے ایک تھے جب دونوں غار میں تھے، اور اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کیجیے، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

''مکہ سے نکال دینا'' اور ''غار میں موجود ہونا'' کیا یہ نہیں بتلاتا کہ جب آپ مکہ میں تھے، اس وقت غار میں نہیں تھے؟ اور جب غار میں موجود تھے، اس وقت مکہ میں نہیں تھے۔ نیز مکہ سے نکلنے کے بعد اور غار تک پہنچنے سے پہلے آپ درمیان رستے میں تھے، اس وقت آپ نہ تو مکہ میں تھے اور نہ غار میں۔

جب آپ مقام بدر پر موجود تھے، تو بدر کے علاوہ کسی اور مقام پر نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (آل عمران : ۱۲۳)

''اور اللہ نے یقیناً بدر میں تمہاری مدد فرمائی، حالانکہ تم بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔''

اس ضمن میں مزید ارشاد فرمایا:

﴿ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ ﴾ (الانفال : ٤٢)

''اور جب تم (میدانِ جنگ کے) قریبی کنارہ پر اور وہ دور کے کنارے پر تھے، جبکہ قافلہ نیچے کی جانب تھا۔''

اسریٰ کی رات آپ ﷺ مسجد حرام سے چل کر مسجد اقصیٰ پہنچے:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ﴾ (بنی اسرائیل : ۱)

''پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی نشانیاں) دکھائیں۔''

تشریح:...... اگر آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے، تو مسجد اقصیٰ تک بذریعہ براق سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ ﷺ تو پہلے ہی وہاں بھی موجود ہوتے!

اور یہی حال واقعہ معراج کا ہے کہ آپ نے آسمانوں کی سیر کی، پھر دوبارہ زمین پر تشریف لائے۔ اگر آپ ہمہ وقت ہر جگہ موجود تھے تو گیا کون اور آیا کون؟؟؟

درحقیقت ان کے عقائد اور قرآن و حدیث کے درمیان اس قدر عظیم تضاد موجود ہے، جسے دور کرنا ناممکن ہے۔

(17)......انبیاء واولیاء کو غیب دان سمجھنا

بعض حضرات کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کو ہر اس واقعہ کا علم ہے جو ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے۔ ان کی نظروں سے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں، سارا عالم ان کے سامنے ہے اور وہ دلوں کے حالات سے باخبر ہیں، ہر راز کو جاننے والے اور تمام مخلوقات سے اوران کی حرکات وسکنات سے واقف ہیں!

انھیں قیامت کا علم ہے اور ہر آنے والے دن کے حالات کی انھیں اطلاع ہوتی ہے۔ رحم مادر میں جو کچھ ہے، اس سے آشنا ہوتے ہیں، موت کے لمحات تک جانتے ہیں، ہر حاضر و غائب پر ان کی نظر ہوتی ہے۔ ان کے یہ عقائد ان کی کتب کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

۱: انبیاء پیدائش کے وقت ہی عارف باللہ ہوتے ہیں اور علم غیب رکھتے ہیں۔ [1]

۲: اولیاء اللہ عالم الغیب ہیں۔ اللہ نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہے۔ جب چاہیں، غیب کی بات معلوم کر سکتے ہیں۔ غیب کی بات معلوم کرنا ان کے اختیار میں ہے۔ [2]

۳: ہم نے ایسی جماعتوں کو دیکھا، جنھوں نے یہ جان لیا کہ کہاں مریں گے؟ اور حالت حمل میں اور اس سے پہلے معلوم کر لیا کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے؟ لڑکا یا لڑکی؟ اب بھی آیت کے معنی معلوم ہوئے یا کچھ تردد باقی ہے؟ [3]

۴: قیامت کب آئے گی؟ مینہ کب؟ کہاں اور کتنا برسے گا؟ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ کل کو کیا ہوگا؟ فلاں کہاں مرے گا؟ یہ پانچوں غیب جو آیت کریمہ میں مذکور ہیں، ان

---

[1] مواعظ نعیمیہ از احمد یار گجراتی، ص: ۱۹۲۔

[2] الأمن والعلی، ص: ۲۰۵.

[3] خالص الإعتقاد، ص: ۵۳، الکلمة العلیا مراد آبادی، ص: ۳۵.

میں سے کوئی چیز رسول پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ ہو سکتی ہیں، حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں۔ اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے، غوث کا کیا کہنا ہے؟ پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں، سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر مشورہ انھی میں سے ہے۔ [1]

۵: حضور کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔ اور اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات ونیّات، ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ [2]

اہل السنۃ والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ مالک الملک کی اس صفت عالی میں دوسرا کوئی بھی ساجھی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی غیب کی باتوں سے صرف اسی وقت آگاہی حاصل ہوتی ہے، جب اللہ عزوجل کی طرف سے بذریعہ وحی انھیں مطلع کر دیا جائے۔ ذرا سوچیے، بات کس قدر واضح اور عام فہم ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام غیب دان ہوتے تو ان پر وحی کے نزول کی آخر ضرورت ہی کیا تھی؟ انبیاء کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا نہ صرف یہ کہ انتہائی گمراہی اور ضلالت ہے، بلکہ یہ ان کے شایانِ شان بھی نہیں۔ علاوہ ازیں یہ عقیدہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقائق و واقعات کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور کتاب وسنت کے روشن دلائل اور نصوصِ صریحہ کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ ان نصوص سے ثابت واضح ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝۶۵ ﴾ (النمل : ٦٥)

”آپ کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، ان میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتا ہے، اور نہ انھیں معلوم ہے کہ وہ دوبارہ

---

[1] خالص الإعتقاد، ص : ٥٣ـ٥٤.

[2] خالص الإعتقاد، ص : ٩٣ـ جاء الحق، ص : ١٥١.

کب اُٹھائے جائیں گے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے معبودانِ باطلہ کی تردید میں ان سے الزامی بات یہ کہی کہ غیبی امور کا علم آسمانوں اور زمین میں رہنے والی مخلوقات میں سے کسی کو نہیں ہے، ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ارشاد فرمایا:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٥٩﴾﴾

(الانعام: ۵۹)

''اور غیب کے خزانے اسی کے پاس ہیں، اس کے علاوہ اُنھیں کوئی نہیں جانتا، وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کی خبر رکھتا ہے، اگر ایک پتہ بھی گرتا ہے، تو وہ اسے جانتا ہے، اور اگر ایک دانا بھی زمین کی تاریکیوں میں گرتا ہے، اور کوئی بھی تازہ اور کوئی بھی خشک تو وہ اللہ کی روشن کتاب میں موجود ہے۔''

اس لیے اس کی ذات معبود برحق ہے، اور تمہارے معبود چونکہ غیب کا کوئی علم نہیں رکھتے ہیں، اس لیے وہ معبود نہیں ہو سکتے، کیونکہ معبود برحق کو تمام غیبی امور کا علم ہونا چاہیے، تاکہ وہ دونوں جہان اور ان میں پائی جانے والی تمام کائنات کی دیکھ بھال کر سکے۔

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ جس نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کل کی خبریں بتاتے تھے، تو اس نے اللہ پر بہت بڑا افترا پردازی کی۔ پھر آپ نے قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ

بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۳۴﴾ (لقمان : ٣٤)

''بے شک اللہ کو ہی قیامت کا علم ہے، اور وہی بارش برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے رحموں میں کیا ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ زمین کے کس خطے میں اس کی موت واقع ہوگی، بے شک اللہ بڑا جاننے والا، بڑا باخبر ہے۔'' [1]

اس الزامی جواب کی ایک اہم کڑی یہ ہے کہ قیامت کب آئے گی اور قبروں سے مُردے کب اُٹھائے جائیں گے، اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف میں فرمایا ہے:

﴿ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرۡسٰہَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُہَا عِنۡدَ رَبِّیۡ ۚ لَا یُجَلِّیۡہَا لِوَقۡتِہَاۤ اِلَّا ہُوَ ﴾ (الاعراف : ١٨٧)

''یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوالات کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی، آپ فرما دیجیے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر سوا اللہ کے اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔''

اور جن معبودوں کی تم عبادت کرتے ہو، انھیں تو کچھ بھی خبر نہیں کہ قیامت کب آئے گی، اور کیا وہ اپنے خالق کے سامنے حساب کے لیے کھڑے ہوں گے۔ لہٰذا وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ معبود ہوتے تو انھیں قیامت کی خبر ضرور ہوتی۔

اس آیت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفہ منصور نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا اور اس سے اپنی عمر کے بارے میں دریافت کیا ملک الموت نے جواب میں پانچ انگلیوں کی طرف اشارہ کیا، پھر تعبیر کرنے والوں نے مختلف تعبیریں کیں بعض نے پانچ سال، بعض نے پانچ مہینے یا پانچ دن مراد لیے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٨٥٥.

نے اس کی تعبیر کرتے ہوئے بتایا کہ اس میں قرآن مجید کی اس آیت (سورۂ لقمان کی مذکورہ) کی طرف اشارہ ہے یعنی ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ یعنی ملک الموت نے بظاہر یہی کہا کہ جب تیری عمر کا مجھے بھی علم نہیں (حالانکہ روح میں نے قبض کرنی ہے) تو پھر اور کسی کے پاس علم غیب کیسے ہوسکتا ہے؟ [1]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ: لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُوْنُ فِي غَدٍ، وَلَا يَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ أَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ، وَمَا يَدْرِيْ أَحَدٌ مَتَى يَجِيْءُ الْمَطَرُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُوْمُ السَّاعَةُ.)) [2]

''پانچ غیب کی چابیاں ہیں، جنھیں اللہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں جانتا: کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ اور نہ کوئی جانتا ہے کہ وہ کل کو کیا کرے گا۔ اور نہ کوئی یہ جانتا کہ زمین کے کس خطے میں اس کی موت واقع ہوگی۔ اور نہ کوئی جانتا ہے کہ بارش کب برسے گی اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب واقع ہوگی۔''

یقیناً عالم الغیب صرف اللہ رب العزت کی ذاتِ والصفات ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل براہین سے یہ عیاں ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ عَٰلِمُ غَيْبِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٣٨﴾﴾ (الفاطر: ٣٨)

''بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ وہ تو دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔''

---

[1] مدارج التنزیل: ٣/٢٨٦.

[2] صحیح بخاری، کتاب الإستسقاء، رقم: ١٠٣٩ و کتاب التفسیر، رقم: ٤٦٢٧.

سورۃ الرعد میں ارشاد فرمایا:

﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ⑧﴾ (الرعد : ۸)

''اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ کے پیٹ میں ہے، اور رحموں میں جو کمی بیشی ہوتی ہے، اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک خاص اندازے کے مطابق ہے۔''

سورۃ الاعراف میں رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ڔ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ١٨٨﴾ (الاعراف : ۱۸۸)

''آپ کہیے کہ میں تو اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں، سوائے اس کے جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کا علم رکھتا تو بہت ساری بھلائیاں اور فائدے جمع کر لیتا، اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، میں تو صرف ایمان والوں کو جہنم سے ڈرانے والا اور جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں۔''

تشریح:...... اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم صادر فرمایا کہ آپ اللہ کے لیے اپنی کامل عبودیت کا اعلان کر دیں، اور اپنے بارے میں لوگوں کو بتا دیں کہ آپ غیبی اُمور کی کوئی خبر نہیں رکھتے، آپ کو صرف وہی باتیں معلوم ہیں جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی دی ہے۔ مزید تاکید کے طور پر کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب نہ تھا، آپ ﷺ نے قرآن مجید کی زبان میں ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو پہلے ہی اسباب مہیا کر لیتا، مثلاً قحط سالی کے زمانے کے لیے زرخیزی اور خوشحالی کے ایام میں ہی تیاری کر لیتا، تو مجھے کوئی تکلیف نہ لاحق ہوتی، لیکن ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ دلیل قاطع ہے اس بات کی کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا ہوں۔ میں تو اللہ کی وحی اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو صرف اس کا پیغام

پہنچانے آیا ہوں۔

﴿وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۷۷﴾

(النحل: ۷۷)

''اور آسمانوں اور زمین کے غیبی اُمور کا علم صرف اللہ کو ہے، اور قیامت کا آنا آنکھ جھپکنے کی مانند ہوگا یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوگا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

﴿قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ﴾ (الانعام: ۵۰)

''آپ فرما دیجیے، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔''

انبیاء کرام علیہم السلام غیب دان نہیں۔ اس لیے اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی سورۂ ہود میں سیّدنا نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے احوال بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝۴۹﴾

(ھود: ۴۹)

''یہ غیب کی خبریں ہیں، جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے نہ تو آپ ہی انھیں جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم (ان سے واقف تھی!) تو صبر کیجیے کہ عاقبت پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سات انبیاء کرام اور ان کی قوموں کے حالات و واقعات بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيۡكَ مِنۡهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيۡدٌ ۝۱۰۰ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰـكِنۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَمَاۤ اَغۡنَتۡ عَنۡهُمۡ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِىۡ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ‌ؕ وَمَا زَادُوۡهُمۡ غَيۡرَ تَتۡبِيۡبٍ ۝۱۰۱﴾ (ہود: ۱۰۰تا۱۰۱)

''بستیوں کی یہ چند خبریں ہیں جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں، ان میں سے بعض ابھی تک موجود ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا، بلکہ انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا، پس جب آپ کے رب کا حکم آ گیا تو وہ معبود جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آئے، اور ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ بھی انھیں نہیں دیا۔''

سورۂ یوسف کے شروع میں سیّدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ‌ۖ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ۝۳﴾ (یوسف: ۳)

''(اے نبیؐ!) ہم اس قرآن کو آپ پر بذریعہ وحی اتار کر آپ کو سب سے اچھا قصہ سناتے ہیں، اگرچہ آپ اس کے قبل اس سے بے خبر تھے۔''

پھر جب قصہ بیان ہو چکا تو ارشاد فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ‌ۚ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ يَمۡكُرُوۡنَ ۝۱۰۲﴾ (یوسف: ۱۰۲)

''یہ غیب کی خبریں ہیں، جنھیں ہم آپ کو بذریعہ وحی بتا رہے ہیں، اور جب وہ بطور سازش اپنے ارادے پر متفق ہو رہے تھے، تو آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ

سیّدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کا قصہ غیب کی باتیں تھیں، جو آپ کو بذریعہ وحی بتائی گئی ہیں، تاکہ آپ کے مخالفین اسے سن کر عبرت حاصل کریں، اور سمجھیں کہ اگر آپ نبی نہ ہوتے اور آپ پر وحی نازل نہ ہوتی تو کہاں سے اس قصے کی تمام تفصیلات کا علم ہوتا۔ جب یوسف کے بھائی انھیں کنواں میں ڈالنے کی سازش کر رہے تھے اور انھیں اپنے ساتھ چلنے پر طرح طرح سے ورغلا رہے تھے تو آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے کہ آپ کو ان کی اس سازش کا پتہ چل جاتا اور نہ کسی ایسے آدمی سے آپ کا بھی تعلق رہا جو اس واقعہ کو جانتا تھا اور جس نے آپ کو سکھلا دیا۔ آپ کو جو کچھ معلوم ہوا وحی کے ذریعہ معلوم ہوا۔

پس پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو عالم الغیب تھے، نہ حاضر و ناظر ہیں اور نہ ہی مختار کل ہیں۔

سورۃ الاحقاف آیت (۹) میں اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَ لَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹﴾

(الاحقاف : ۹)

”اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں اللہ کے پیغمبروں میں کوئی انوکھا نہیں (کہ وہ کر دکھاؤں جو دوسرے انبیاء نہیں کر سکے) اور میں نہیں جانتا کہ (دنیا میں) میرے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا، میں تو صرف اُن احکام کی پیروی کرتا ہوں جو بذریعہ وحی مجھ تک پہنچتے ہیں، اور میں تو صرف ایک کھل کر ڈرانے والا ہوں۔“

تشریح:......اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ میں اللہ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا ہوں کہ آئندہ دنیاوی زندگی میں میرے اور

تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ مفسرین کے نزدیک ﴿وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ﴾ کی یہی تفسیر زیادہ صحیح ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اس سے مراد آخرت کا انجام ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ: اس کے سوا دوسری تفسیر جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ آخرت میں آپ کا مقام جنت ہوگا۔ البتہ دنیا کی زندگی میں آپ کو معلوم نہیں تھا کہ آنے والے دنوں میں آپ کو کن حالات سے گزرنا ہوگا، اور مشرکین قریش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا کرے گا، ایمان لائیں گے، کفر کی راہ اختیار کریں گے اور عذاب سے دوچار ہوں گے۔ انتھٰی۔ [تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ]

اسی بات کی مزید تفسیر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ .)) [1]

"اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا، آپ نے پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہوگا اور میرے ساتھ کیا ہوگا۔"

سورۃ الکہف میں ارشاد فرمایا:

﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾

(الکهف : ٢٦)

"آپ کہہ دیجیے کہ ان کے اس حال میں رہنے کی مدت کو اللہ زیادہ جانتا ہے، آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا علم صرف اُسی کو ہے۔"

تشریح:...... یہ آیت کریمہ اولیاء اللہ اصحابِ کہف کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ کتنی مدت غار میں سوئے رہے؟ ہاں اللہ تعالیٰ نے خود ہی بتایا کہ وہ (قمری اعتبار سے) تین سو نو سال کی مدت تھی۔ اور یاد رہے کہ شمسی حساب سے تین سو سال تھی اس لیے کہ ہر شمسی سو سال، قمری ایک سو تین سال کے برابر ہوتا ہے۔ تاہم ان اولیاء اللہ کو غیب کی خبر نہ تھی۔ جاگنے کے

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ١٢٤٣.

بعد کہنے لگے کہ ہم ایک دن یا اس کا کچھ حصہ یہاں مقیم رہے ہیں۔ مزید برآں بیدار ہونے کے بعد انھیں موت آنے تک یا نزول قرآن تک کتنی مدت تھی، اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس لیے کہ آسمانوں اور زمین کی غیبی باتوں کا علم صرف اسی کو ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہا ہے، اور ہر آواز کو خوب سن رہا ہے۔

اور جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے، آپ ﷺ سے اصحابِ کہف کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: کل بتاؤں گا، ان شاء اللہ نہ کہا! اس پر کئی دن وحی بند رہی۔ بالآخر بذریعہ وحی ان کے حالات بتلائے گئے اور ساتھ ہی درج ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۝٢٣ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ﴾

(الکهف : ۲۳، ۲٤)

''اور کسی کام کی نسبت نہ کہیے گا کہ میں اسے کل کروں گا مگر ان شاء اللہ کہہ کر، یعنی اگر اللہ چاہے تو کروں گا۔''

سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے ایک دن دورانِ سفر چڑیوں کی حاضری لی، اور خاص طور پر ہدہد کے بارے میں دریافت کیا، تو وہ غائب تھا۔ چنانچہ آپ نے قرآن کی زبان میں فرمایا:

﴿ مَا لِيَ لَآ أَرَى ٱلْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ ٱلْغَآئِبِينَ ﴾ (النمل : ۲۰)

''کیا ہدہد مجھے نظر نہیں آ رہا، یا وہ غائب ہے؟''

تشریح:...... سیّدنا سلیمان علیہ السلام کی اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو ہدہد کا علم نہ رہا اور اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ اس کے بارے میں استفسار نہ کرتے۔ مزید برآں انھوں نے ناراض ہو کر کہا کہ اگر اس نے معقول عذر نہیں پیش کیا تو میں اسے سخت سزا دوں گا، یا ذبح کر دوں گا، لیکن کچھ ہی دیر کے بعد وہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہو گیا اور اپنا عذر پیش کرتے ہوئے انھیں خبر دی کہ میں وہ کچھ دیکھ آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں

ہے، اور پھر اس نے وہ خبر آپ کے گوش گزار کردی:

﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝٢١ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ۝٢٢﴾ (النمل: ۲۱ تا ۲۲)

''میں یقیناً اُسے بہت سخت سزا دوں گا، یا اُسے ذبح کردوں گا، یا یہ کہ وہ اپنی غیر حاضری کا کوئی واضح عذر پیش کرے۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ اس نے آ کر کہا، مجھے وہ خبر معلوم ہوئی ہے جو آپ کو نہیں معلوم ہے، اور شہر سبا کی ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں۔''

تشریح:...... پس معلوم ہوا کہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام کو غیب کا علم نہیں تھا، بلکہ ہد ہد کا بھی عقیدہ ونظریہ ہے کہ اس بات کا سیّدنا سلیمان علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو ہدہد ایسے نہ کہتا۔

فلیتدبر!

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی عورتوں کے پاس سے گزرے جو (اشعار) گا رہی تھیں ان میں یہ الفاظ بھی تھے کہ:

((وَتَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ: لَا يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ .)) [1]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔''

ان ستر قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا واقع جنھیں بئر معونہ کے پاس دھوکے سے شہید کردیا گیا تھا، جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث رقم: ۴۰۹۰ و۴۰۹۳ میں مذکور ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہوتا کہ انھیں شہید کردیا جائے گا تو آپ کبھی بھی ان کو اس طرف نہ

---

[1] فتح الباری: ۹/۲۰۳۔ مستدرك حاكم: ۲/۱۸۴۔ ۱۸۵۔ امام حاکم نے اسے ''شرط مسلم پر'' صحیح قرار دیا ہے۔

روانہ کرتے۔

اس مسئلے کے بارے میں ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ:

((وَذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيْحًا بِالتَّكْفِيرِ فَاِعْتِقَادُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهِ تَعَالٰى: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ .)) [1]

''علماء احناف نے واضح طور پر اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ غیب جانتے تھے کیونکہ یہ عقیدہ، قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے کہ: ''آسمانوں اور زمینوں میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ۔''

اور سورۃ ہود میں فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝١٢٣﴾ (هود: ۱۲۳)

''اور آسمان وزمین کے غیب کی باتیں صرف اللہ کو معلوم ہیں اور تمام اُمور اسی کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں (یعنی ہر چیز صرف اس کے اختیار میں ہے) پس آپ اس کی عبادت کیجیے اور اسی پر بھروسہ کیجیے، اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو اس سے آپ کا رب غافل نہیں ہے۔''

اسی طرح نجومیوں، کاہنوں اور عاملوں کے پاس جانا بھی شرکیہ وکفریہ امور میں سے ہے اور اس کا تعلق بھی اسی باب سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝٥١ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

[1] شرح فقه الأكبر، ص : ۱۸۵، طبع مجتبائی دهلی.

نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾ (النساء: ۵۱ تا ۵۲)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب الٰہی کا ایک حصہ دیا گیا ہے، کہ وہ بتوں اور شیطانوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں کے مقابلہ میں زیادہ صحیح راستہ پر ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، اور جس پر اللہ لعنت کرے، آپ اُس کا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔''

تشریح:...... ''جبت'' مراد: بت، کاہن، جادوگر اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جائے۔ اسی طرح ''طاغوت'' سے مراد: کاہن، شیطان، ہر گمراہ کن شے، بت، سردارانِ یہود اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ ''اہل کفر'' سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَيُقَالُ لِكُلِّ مَا عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جِبْتًا سُمِّيَ السَّاحِرُ وَالْكَاهِنُ جِبْتًا .)) [1]

''ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے وہ ''جبت'' کہلاتی ہے اور ساحر کاہن کو بھی ''جبت'' کہا جاتا ہے۔''

بجالہ بن عبدہ کہتے ہیں کہ جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ جادوگر مرد و عورت کو قتل کر دو، تو ہم نے تین جادو کرنے والی عورتوں کو قتل کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی نجومی کے پاس آ کر کوئی بات پوچھے اور اس کی تصدیق بھی کرے تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔'' [2]

---

[1] المفردات فی غریب القرآن، ص : ۸۳ و ۱/ ۱۸۷ مترجم.

[2] صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۲۲۳۰ ۔ مسند احمد بن حنبل، رقم: ۱۶۶۳۸.

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان لوگوں کے متعلق جو علم ابجد کے حساب لکھتے ہیں اور علم نجوم میں نظر رکھتے ہیں، فرماتے ہیں: کہ ایسا کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں فضل و رحمت کا کوئی حصہ نہیں۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

((مَنْ أَتَى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ.)) [2]

''جو شخص کسی غیب کی خبر دینے والے یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی بات کو تسلیم کیا تو اس نے اس دین پر یا قرآن سے کفر کیا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔''

---

[1] مصنف عبد الرزاق، رقم: ١٩٨٠٥۔ سنن الکبری البیھقی: ١٣٩/٨.

[2] مسند احمد: ٤٢٩/٢، رقم: ٩٥٣٦۔ مستدرك حاکم: ٨١/١۔ ارواء الغلیل: ٦٩/٧۔ حاکم اور علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(18)......شانِ بشریت کا انکار

جتنے بھی انبیاء و رسل اس دنیا میں مبعوث ہوئے، بشمول سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ کے بشر تھے۔ تاہم قرآنِ مجید ہمیں یہ بھی بتلاتا ہے کہ کفار قریش کا ایک شبہ تھا، جسے قرآنِ مجید میں بار بار دہرایا گیا ہے، وہ یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو رسول بنا سکتا ہے، اور ان کا یہی شبہ رسولِ کریم ﷺ پر ایمان لانے سے مانع تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ﴾

(یونس : ۲)

''کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی پر وحی نازل کی ہے، اور اسے حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کا خوف دلائیے۔''

ان کے اس شبہ کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اس کا فضل و کرم ہے کہ بندوں کی رہنمائی کے لیے انہی میں سے رسول بھیجا، تاکہ اس کی بات سمجھیں اور اس کی زندگی ان کے لیے مشعل راہ بنے۔ اگر زمین پر رہنے والے فرشتے ہوتے تو حکمت کا تقاضا یہی ہوتا کہ ان کی رہنمائی کے لیے انہی جیسا کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا، تاکہ وہ ان کی باتوں کو سمجھتا اور اس کی زندگی ان کے لیے مشعل راہ بنتی۔ اس لیے اسے کفار مکہ! نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار بعید از عقل و قیاس بات ہے۔

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا

رَّسُوۡلًا ﴿۹۴﴾ قُلۡ لَّوۡ کَانَ فِی الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّیۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۵﴾﴾

(بنی اسرائیل: ۹۳تا۹۵)

''آپ کہہ دیجیے کہ میرا رب تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، میں تو صرف ایک انسان ہوں جسے اللہ نے اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا ہے۔ اور لوگوں کے پاس جب ہدایت آئی تو انھیں ایمان لانے سے صرف ان کی اس بات نے روک دیا کہ کیا اللہ نے ایک انسان کو اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر زمین پر رہنے والے فرشتے ہوتے جو سکون و اطمینان کے ساتھ اس پر چلتے پھرتے، تو ہم آسمان سے فرشتے کو پیغامبر بنا کر بھیجتے۔''

اور بعثت انبیاء کی اسی حکمت کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں مسلمانوں سے کہا ہے:

﴿کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیۡکُمۡ وَ یُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُعَلِّمُکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۵۱﴾﴾ (البقرہ: ۱۵۱)

''یعنی جیسا کہ ہم نے تمہاری رہنمائی کے لیے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمھیں پڑھ کر سناتا ہے، اور تمھیں پاک کرتا ہے، اور قرآن وسنت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

اب بریلوی حضرات کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید میں سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ''نوراً رسولاً'' یا ''نور من نور اللہ'' کے الفاظ دکھلا دیں تو یہ ان کے دعویٰ کی دلیل ہوگی۔

درحقیقت یہی غلطی کفار کو لگی تھی، کہ رسول بشر نہیں ہوسکتا، وہی غلطی ان کو لگی ہے کہ

رسول نور من نور اللہ ہے۔ان کے اس عقیدہ میں بھی کافی تضاد ہے۔کبھی کہتے ہیں کہ آپ نور تھے، بشری لبادہ اوڑھ کر آئے تھے۔کبھی کہتے ہیں کہ آپ نورِ مجسم تھے، آپ کو بشر کہنا بے ادبی اور گستاخی ہے۔اور کبھی تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں ع

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہوکر ❶

اور جہاں تک ان کی کتابوں کا تعلق ہے،تو ان کی رو سے ان کے عقائد حسب ذیل ہیں:

۱: آپؐ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپؐ نور محض تھے۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے، آپؐ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔'' ❷

۲: آپؐ کے نور ہونے کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمائی اور نہ ہی ہم سمجھ سکتے ہیں۔ بس بغیر سوچے سمجھے اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ ❸

۳: بشر کہنا کفار کا مقولہ ہے۔ ❹

۴: احمد رضا خاں بریلوی نے لکھا ہے: ''اللہ عزوجل نے بلاشبہ نبی کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذاتِ الٰہی ہے، یعنی ذات سے بالواسطہ پیدا فرمایا۔'' ❺

۵: مولوی احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں: ''حضور علیہ السلام کا بدن مبارک بھی نور تھا۔'' ❻

۶: تو ہے یہ سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

❶ الفقیہ امرتسر، ٥ جنوری ١٩٢١ء بحوالہ شمع توحید، ص: ٥ (ثناء اللہ امرتسری)

❷ نفی الفی عمّن انار بنورہ کل شئی بریلوی، مجموعہ رسائل، ص: ١٩٩.

❸ من ھو، احمد رضا خان بریلوی، شجاعت علی بریلوی، ص: ٣٩.

❹ مواعظ نعیمیہ، ص: ١١٥ ـ فتاوٰی رضویہ، بریلوی: ١٤٣/٦.

❺ مجموعہ رسائل، حصہ اوّل، ص: ٤٥ـ٤٦، ٧٠.

❻ میلاد النبیؐ، ص: ١٥.

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور، تیرا حسب گھرانا نور کا [1]

قارئین کرام! اب ان ہفوات وبکواسات کا جائزہ قرآن وسنت کی روشنی میں لیجیے گا۔
اللہ تعالیٰ نے بشریت کا اعلان خود آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے کروایا تاکہ کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ سورۃ الکہف میں ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾﴾ (الکهف: ۱۱۰)

''آپ کہیے کہ میں تو تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

اور اسی طرح سورۃ حم السجدہ میں ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦﴾﴾

(حم السجده: ٦)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں، مجھے وحی بھیجی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک ہے، پس تم سیدھے اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اور اُسی سے مغفرت طلب کرو، اور ویل ہے مشرکوں کے لیے۔''

سیّدنا ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام نے اللہ سے علم نافع اور عمل صالح کی توفیق، اور اللہ کی رضا مانگی، اور پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ! اسماعیل کی اولاد میں ایک نبی پیدا کر، جو

[1] نفی الفی عمّن انار بنوره کل شئی بریلوی، مجموعه رسائل، ص: ۱۹۹.

لوگوں کو تیری آیات پڑھ پڑھ کر سنائے، انھیں قرآن وسنت کی تعلیم دے، اور انھیں شرک اور تمام گناہوں سے پاک کرے۔

﴿رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۲۹﴾

(البقرہ : ۱۲۹)

''اے ہمارے رب! انھی میں سے ایک رسول ان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرما، جو تیری آیتیں انھیں پڑھ کر سنائے، اور انھیں قرآن وسنت کی تعلیم دے، اور انھیں پاک کرے، بے شک تو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔''

تشریح: ......تفسیر فتح الحمید میں ہے: ''جن پیغمبر ﷺ کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی، وہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعاء ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، اپنی والدہ کا خواب ہوں۔ اس حدیث سے حالی نے اس بیت کا مضموم اخذ کیا ہے ع

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

[تحت آیت مذکور]

مزید برآں مذکورہ آیت کریمہ میں ﴿رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ کے الفاظ قابل غور ہیں کہ ''اے رب! ان میں انھی میں سے ایک رسول مبعوث فرما!'' اب ظاہر ہے کہ آپ انسانوں میں مبعوث ہوئے ''فِيْهِمْ'' لہٰذا ''مِنْهُمْ'' کا مطلب یہی ہے کہ آپ ''انسانوں ہی میں سے تھے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ

وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

(البقرہ: ۱۵۱)

''جیسا کہ ہم نے تمہاری رہنمائی کے لیے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمھیں پڑھ کر سناتا ہے، اور تمھیں پاک کرتا ہے، اور قرآن وسنت کی تعلیم دیتا ہے، اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

اور سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾﴾ (آل عمران: ۱٦٤)

''اللہ نے مومنوں پر یقیناً یہ احسان فرمایا ہے کہ اس نے انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیتوں کی ان لوگوں پر تلاوت کرتا ہے، اور انھیں پاک کرتا ہے، اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اوپر اپنے احسان کا ذکر کیا ہے، کہ اُس نے ان کی رشد و ہدایت کے لیے اپنے ایک عربی انسان کو اپنا رسول بنا کر مبعوث کیا، تاکہ اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرسکیں اور اس کی تعلیمات سے مستفید ہوسکیں۔

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو عربی النسل پیدا کیا، یہ عربوں کے لیے بڑے فخر وشرف کی بات تھی، کیونکہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام پر فخر کرنا تو یہود، نصاریٰ اور عرب سبھوں میں مشترک تھا۔ یہود، سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل کردہ کتاب تورات پر فخر کرتے تھے اور نصاریٰ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل کردہ کتاب انجیل پر فخر کرتے تھے، جبکہ عربوں کے پاس ان کے مقابلہ میں فخر کی کوئی بات موجود نہ تھی،

جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا، اور ان پر قرآن مجید نازل کیا، تو یہ عربوں کے لیے بڑے فخر وشرف کی بات تھی، جس میں دوسری قومیں شریک نہ تھیں۔'' انتہٰی

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ چنانچہ سورۃ التوبہ کا اختتام بھی اسی نعمت عظمیٰ کے ذکر خیر کے ساتھ کیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

''(مسلمانو!) تمہارے لیے تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں جن پر ہر وہ بات شاق گزرتی ہے جس سے تمھیں تکلیف ہوتی ہے، تمہاری ہدایت کے بڑے خواہش مند ہیں، مومنوں کے لیے نہایت شفیق ومہربان ہیں۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام قبائل عرب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس نے اپنی پیغام رسانی کی خاطر تم پر احسان کرتے ہوئے ایک ایسے انسان کا انتخاب کیا ہے، جو تم ہی میں سے ہیں اور تمہاری زبان بولتے ہیں۔ [تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ]

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ہر قبیلہ عرب سے خاندانی تعلق ہے۔ [بحوالہ تیسیر الرحمٰن: ۱/۶۰۰]

صحیح مسلم اور سنن ترمذی کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ.)) [1]

''بے شک اللہ عزوجل نے کنانہ کو اولادِ اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام سے چن لیا، اور قریش کو اولادِ کنانہ سے، اور بنی ہاشم کو قریش سے اور مجھے بنی ہاشم سے۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۵۹۳۸۔ سنن ترمذی، رقم: ۳۶۰۶.

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نکاح کے ذریعہ پیدا ہوا ہوں۔ آدم سے لے کر میرے ماں باپ تک میری پیدائش میں زنا داخل نہیں ہوا۔'' ❶

اسے ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

((اِنِّی خَرَجْتُ مِنْ نِکَاحٍ وَلَمْ اُخْرَجْ مِنْ سِفَاحٍ .)) ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسل انسانی سے پیدا ہونا اور آپ کے اہل وعیال ہونا اس بات کی دلیل بیّن ہے کہ آپ بشر تھے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ﴾ (الاحزاب: ۵۹)

''(اے نبیؐ!) اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں اوڑھ لیا کریں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جو مومنوں کی مائیں ہیں (وازواجہ امہاتھم)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد بھی تھے، سسرال بھی اور داماد بھی۔ اب ذرا تعصب و جہالت کی پٹی آنکھوں سے اتار کر دیکھئے کہ کیا نوریوں کی بھی بیویاں اور اولاد ہوتی ہیں؟ یقیناً آپ بشر تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے۔

اس بیان کے شروع میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ کفار مکہ بشریت کو نبوت و رسالت کے منافی سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے بہت سے اعتراضات کیے کہ ہمارا ہی ایک بھائی بندہ جو کھاتا پیتا ہے، ہمارے درمیان چلتا پھرتا ہے، ہم ہی میں پلا بڑھا، جوان ہوا، شادی ہوئی، بال بچوں والا بھی ہے اور اسی طرح دیگر تمام بشری تقاضے رکھتا ہے۔ اب اُٹھ کر یہ دعویٰ

---

❶ المحدث الفاصل للرامهرمزی.

❷ تفسیر ابن جریر: ۱۱/ ۹۰.

کرنے لگا ہے کہ میں اللہ کا نبی و رسول ہوں اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، تو ہم اس کی یہ بات کیسے مان لیں؟

﴿وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾﴾ (المؤمنون: ٣٣تا٣٤)

''اوران کی قوم کی سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا تھا، اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تھا، اور جنھیں ہم نے دنیا کی زندگی میں خوب آرام و آسائش دے رکھا تھا، کہ یہ تو تمہارے ہی جیسا انسان ہے، جو تم کھاتے ہو وہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو وہ پیتا ہے، اور اگر تم لوگوں نے اپنے جیسے ایک انسان کی بات مانی تو یقیناً تم گھاٹے میں رہو گے۔''

سورۃ القمر میں ہے:

﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿٢٤﴾﴾

(القمر: ٢٤)

''انھوں نے کہہ دیا کہ بھلا ایک آدمی جو ہم میں سے ہے، ہم اس کی پیروی کریں؟ تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے۔''

لیکن رسول کا انسانوں ہی میں سے ہونا ایک ایسی حقیقت ہے کہ احمد رضا خاں بریلوی صاحب بھی درج ذیل آیت: ﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا﴾ (التغابن: ٦) کا ترجمہ یوں کرنے پر مجبور ہوئے: ''تو بولے، کیا آدمی ہمیں راہ دکھائیں گے؟ تو کافر ہوئے!''

اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

''یعنی انھوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ گمان بے عقلی و نافہمی

ہے۔ پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا؟ بتایئے، کیا اب بھی کوئی کسر باقی ہے؟"

قارئین کرام! اللہ رب العزت کے نزدیک اگر بشر کا رسول ہونا اور اس کا کھانا پینا کوئی عیب ہوتا تو اس سورۃ کی آیت ۵۱ میں یوں نہ ارشاد فرماتے:

﴿يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾﴾ (المؤمنون : ۵۱)

"اے میرے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، بے شک میں اعمال کو خوب جانتا ہوں۔"

مزید فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ﴿٨﴾﴾ (الانبیاء: ۷تا۸)

"اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے، اگر تمھیں معلوم نہیں ہے تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے پوچھ لو۔ اور ہم نے انھیں کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھائیں، اور نہ انھیں ہمیشہ کی زندگی مل گئی تھی۔"

مزید فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (الفرقان: ۲۰)

"اور ہم نے آپ سے قبل جتنے بھی رسول بھیجے سبھی کھانا کھاتے تھے، اور بازاروں میں چلتے تھے۔"

تشریح:...... ان آیات کریمہ میں بھی بتلایا گیا کہ ابتدائے آفرینش سے جتنے انبیاء و رسل آئے سبھی انسان ہوتے تھے، کھانا کھاتے تھے، اور طلب معاش کے لیے بازاروں گلیوں میں جاتے تھے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہو۔

بریلویت کے بانی جناب احمد رضا خاں بریلوی اس آیت کریمہ: ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ (الحج: ۷۵) کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول (۱۹۲) اور آدمیوں میں سے رسول (۱۹۳)!''

اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی وضاحتاً فرماتے ہیں:

''(۱۹۲) جبریلؑ و میکائیلؑ وغیرہ کے۔

''(۱۹۳) مثل حضرت ابراہیم وموسیٰ وحضرت عیسیٰ وحضرت سرور عالم صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم وسلامہ کے!''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ .)) [1] ...... ''بے شک میں بشر ہوں۔''

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ .)) [2] ...... ''آپ انسانوں میں سے انسان تھے۔''

قارئین کرام! رسول اللہ ﷺ کے متعلق عقیدہ بشریت رکھنا ہی عین تقاضائے عدل و انصاف ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ یہ موٹی سی بات بھی ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہی۔ مزید برآں ان کے اکابرین نے بھی واضح الفاظ میں رسول اللہ ﷺ کو بشر اور انسان تسلیم کیا ہے، یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ شان ومرتبہ کے اعتبار سب سے اعلیٰ وافضل ہیں۔

بعد از خدا قصۂ ثوق مختصر

---

[1] صحیح بخاری، رقم: ۶۹۶۷۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۷۱۳۔

[2] الأدب المفرد للبخاری، رقم: ۵۴۱۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، رقم: ۵۶۴۶۔

(19)......عقیدہ نور من نور اللہ

گزشتہ بیان میں ہم نے بعض حضرات کے عقائد و نظریات نقل کیے ہیں، جن میں رسول کریم ﷺ کے نور من نور اللہ ہونے کا دعویٰ باطل کیا گیا ہے۔ لیکن محض اقوال ہی میں حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں لہٰذا کوئی انھیں تسلیم کیسے کرلے؟

بہرحال اس مکتب فکر کے لوگ اس موقف کی تائید میں دو دلیلیں پیش کرتے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انھیں زیر بحث لا کر حقیقت مسئلہ کی وضاحت کردی جائے۔

پہلی دلیل:......پہلی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے کہ:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾﴾ (المائدہ: ۱۵)

''تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کھلی کتاب آچکی ہے۔''

جائزہ:......نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن مجید ہے، کیونکہ ''نور و کتاب مبین'' کی درمیانی واؤ تفسیر کی ہے نہ کہ مغایرت کے لیے۔ جس کی دلیل قاطع قرآن مجید کی اگلی آیت ہے جس کے الفاظ یوں ہیں: ﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ﴾ (المائدہ: ۱٦) ''اللہ تعالیٰ اس سے ہر اس شخص کو ہدایت عطا فرماتا ہے جو اس کی رضا مندی کی اتباع کرے۔''

اس آیت کریمہ میں ''ہ'' ضمیر مفرد لائی گئی ہے۔ اگر نور اور کتاب مبین دو الگ الگ چیزیں ہوتیں، یعنی ''نور'' سے مراد رسول اللہ ﷺ ہوتے، تو آپ اور کتاب مبین دونوں کے لیے ضمیر مفرد کی بجائے تثنیہ لائی جاتی۔ اور الفاظ یوں ہوتے ''یھدی بھما اللہ'' جب کہ ایسا قطعاً نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ''نور'' سے مراد یہاں قرآن کریم ہی ہے اور ''کتاب

مبین'' اس کی تفسیر ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر آپ اور قرآن مجید کا ذکر اس طرح فرمایا:

﴿وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

(الاعراف: ۱۵۷)

''جن لوگوں نے اس نور کی پیروی کی ہے جو آپ پر نازل ہوا، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ کریمانہ وعدہ ہے کہ جو اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے، ان کی تعظیم وتوقیر کریں گے، ان کی مدد کریں گے، اور قرآن کریم کی اتباع کریں گے، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا وآخرت میں فائز المرام بنائے گا۔ یہاں قرآن کریم کو ''نور'' سے اس وجہ سے تعبیر کیا گیا کہ اس کی عالم تاب روشنی خود اس کے معجزۂ الٰہی ہونے کی واضح دلیل ہے، اور اس لیے بھی کہ وہ رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کے لیے روشنی کا مینار رہے گا، اور زندگی کے ہر دور اور ہر گوشے میں اس کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

اور سورۃ النساء میں بھی قرآنِ مجید کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾﴾ (النساء: ۱۷۴)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان اور دلیل آ چکی، اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح نور بھیج دیا۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو رسول ﷺ کی عالمگیر رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی، اور فرمایا کہ ان کی نبوت و رسالت کی صداقت پر حجت تمام ہو چکی اور حق کو واضح کرنے والا نور یعنی قرآن کریم آ چکا۔ اب جو لوگ

اللہ پر ایمان لے آئیں گے اور اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسہ کریں گے، تو اللہ ان کے حال پر رحم فرمائے گا، انھیں جنت میں داخل کرے گا اور ان کے درجات بلند کرے گا اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرے گا۔

اور سورۃ التغابن میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸ ﴾ (التغابن : ۸)

''پس تم ایمان لاؤ اللہ پر، اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل کیا ہے۔''

تشریح:...... اس آیت کریمہ میں بھی قرآن مجید کو نور سے تعبیر کیا اور فرمایا کہ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اللہ، اس کے رسول اور نور یعنی قرآن کریم پر ایمان لے آؤ جس کی روشنی کفر و جہالت کی تاریکیوں کو یکسر ختم کر دیتی ہے، اور جس کی بدولت انسان اس راہِ راست پر بے دھڑک چلتا ہے جو اُسے جنت الفردوس تک پہنچا دیتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ان تمام آیات کریمہ میں لفظ ''نور'' سے مراد کتاب مبین، قرآن مجید ہے، نہ کہ رسول اللہ ﷺ۔

بالفرض آیت ﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ﴾ میں ''نور'' سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات بھی لی جائے، تو بھی اس سے ''نور نبوت'' اور ''نور ہدایت'' مراد ہوگا، نہ کہ ''نور من نور اللہ'' جس کی ان دوستوں نے رٹ لگا رکھی ہے۔ اور اس سے ''بشریت'' کی نفی نہیں ہوگی۔ چنانچہ علامہ زرقانی نے رقم کیا ہے:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ نبوت اپنی آن بان کے ساتھ وضوح کے درجہ کمال پر ہے کہ مومنین اور عارفین کے قلوب کو اپنی شریعت غراء کے ذریعے خوب مجلی اور منور کر دیا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ کو ''نور'' ''ہادی'' اور ''سراج منیر'' کہا گیا ہے!''

اور مفتی احمد یار صاحب بریلوی بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضور ﷺ کے رب کے نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ:

۱: حضور ﷺ خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں۔

۲: نہ کہ رب کا نور حضور ﷺ کے نور کا مادہ ہے۔

۳: نہ یہ کہ حضور خدا کی طرح ازل، ابدی، ذاتی نور ہیں۔

۴: نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور ﷺ میں سرایت کر گیا ہے، تاکہ کفر اور شرک لازم آئے۔

آپ ﷺ ایسے ہی نور ہیں جیسے اسلام اور قرآن نور ہیں۔'' [1]

اور مولانا احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ قرآن مجید، کنز الایمان اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا حاشیہ ''خزائن العرفان'' بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ (المائدہ: ۱۵)

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔''

[کنز الایمان]

اور حاشیہ میں ہے:

''سید عالم ﷺ کو نور فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہِ حق واضح ہوئی۔'' [خزائن العرفان]

دوسری دلیل:...... باقی رہی وہ حدیث جسے بریلوی علماء عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لیے حضور ﷺ کے نور ہونے کے بارے میں اکثر پیش کرتے ہیں، تو وہ یوں ہے کہ:

''سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے اس بات کی خبر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ تو آپ نے فرمایا: ''اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء

[1] رسالہ نور، ص: ۷ مصنفہ مولانا احمد یار خان صاحب۔

سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا، پھر یہ نور اللہ کی قدرت سے جہاں چاہا گھومتا رہا۔" (امام عبدالرزاق)

تجزیہ:...... یہ حدیث ضعیف ہے اور حدیث کے کسی بھی مستند مجموعے میں موجود نہیں ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے اسے بغیر سند کے درج کیا ہے اور بعض نے اسے امام عبدالرزاق کی طرف منسوب کیا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سید سلیمان ندوی سیرت النبیؐ جلد۳ ص ۶۴۵ میں اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اس کی روایت عام طور سے زبانوں پر جاری ہے، مگر اس روایت کا پتہ مجھے احادیث کے دفتر میں نہیں ملا۔ البتہ ایک روایت مصنف عبد الرزاق میں ہے: ((یَا جَابِرُ! اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ .)) زرقانی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے، مگر افسوس ہے کہ اس کی سند نہیں لکھی۔"

قاموس البدع، ص: ۱۶۹۔۱۷۰ (مترجم) میں مرقوم ہے:

"ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے "الصحیحة" (۱/ ۲۵۷۔۲۵۸) میں حدیث (۱۳۳) کے تحت فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم فرمایا کہ وہ ہونے والی ہر چیز لکھے۔"

اس حدیث میں اس چیز کے ردّ کی طرف اشارہ ہے جسے لوگ نقل کرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کے دلوں میں راسخ عقیدہ بن گیا، اور وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی پیدا فرمایا۔ اس کے لیے صحیح حدیث میں کوئی اساس نہیں، جبکہ عبدالرزاق کی روایت کی اسناد مجہول ہیں۔"

پس "نُوْرٌ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ" ثابت کرنے والی مذکورہ موضوع حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور صحیح حدیث ((اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ .)) (جامع ترمذی، کتاب القدر) کے بھی خلاف! لَعَلَّ فِیْهِ كِفَايَةٌ لِمَنْ لَهُ دِرَايَةٌ!

(20)......شرکیہ تعویذ گنڈے

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''جھاڑ پھونک تعویذ گنڈے اور محبت پیدا کرنے کے منتر شرک ہیں۔''[1]

جناب عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم زمانۂ جاہلیت میں منتر پڑھ کر جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، لہٰذا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِعْرِضُوْا عَلَی رُقَاکُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقَی مَا لَمْ یَکُنْ فِیْهِ شِرْكٌ.))[2]

''تم لوگ اپنے دم، مجھ پر پیش کرو، اگر ان میں شرک (کا کوئی کلمہ) نہیں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

شمع شبستان (۱/۶۰) رضا سے بطور مثال شرکیہ منتر پیش خدمت قارئین ہے:

''نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِیْ النَّوَائِبِ، کُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَیَنْجَلِیْ بِنُبُوَّتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَبِوَلَایَتِكَ، یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ.))

اس کی فضیلت میں مرقوم ہے:

۱: بڑی بڑی مہم و دشواری ہر روز (۴۱) بار پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آسان ہو۔

۲: برائے مریض جو زندگی سے مایوس ہو چکا ہو (۷) مرتبہ بارش کے پانی پر دم کر کے تا

---

[1] مستدرك الحاکم: ۴۱۸/۴۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۳۸۸۳۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۳۵۳۰

[2] صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۵۷۳۲۔ سنن أبوداؤد، کتاب الطب، قم: ۳۸۸۶۔ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

صحت پلائے ان شاء اللہ شفا پائے۔

۳: حب کے لیے (۴۷) مرتبہ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے سارے بدن پر پھیر لیا کرے جس سے بات کرے مطیع و مسخر ہو، وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کی خدمت میں یہ منتر بلا تبصرہ درج کر دیا ہے۔ تھوڑی بہت شعور رکھنے والا آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ منتر محض شرک ہے۔

باب پنجم

شرکیہ عقائد اور قرآن کریم کی روشنی میں ان کا جائزہ

بعض حضرات کے چند مخصوص عقائد ہیں جو انھیں عام مسلمانوں سے جدا کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض عقائد مختلف ادوار میں جاہل قسم کے صوفیاء، ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست لوگوں میں منتشر و رائج رہے ہیں اور جو یہود و نصاریٰ کے ذریعے مسلمانوں میں منتقل ہو گئے تھے۔ جبکہ بعض کا تعلق قبل از اسلام کے دورِ جاہلیت کے کفار و مشرکین سے ہے، جن کی تردید قرآنِ مجید کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں واضح طور پر موجود ہے۔

آئمہ مجتہدین اور علمائے اسلام ہر دور میں ان باطل عقائد کے خلاف صف آرا اور ان سے نبرد آزما رہے ہیں۔ اس کے باوجود اگر برصغیر کے اکثر مسلمانوں میں انھیں پذیرائی حاصل ہوئی ہے، تو اس کی وجہ بریلویت کے بانی جناب احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے معاونین کی مساعی نامشکور ہیں جنھوں نے ان عقائد کو باقاعدہ مذہبی شکل دی اور قرآنِ مجید کی معنوی تحریفات نیز ضعیف و موضوع روایات کی مدد سے انھیں مدلل کیا۔ زیر نظر باب میں ہم ان کے بعض ایسے عقائد کو قرآنِ مجید کی روشنی میں پرکھیں گے، جنھیں دین اسلام کے لوازم، بلکہ اس کی بنیاد سمجھ لیا گیا ہے۔ ان کے یہ عقائد ہم نے جناب بریلوی صاحب اور اس گروہ کی معتمد شخصیات کی کتابوں سے باحوالہ نقل کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

ا: ”انبیاء و مرسلین، اولیاء و صالحین سے ان کے وصال کے بعد استعانت و استمداد جائز ہے۔ اولیاء اللہ بعد انتقال بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں۔“

(رسالہ حیات الموات از احمد رضا خان بریلوی، بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۳۰۰)

۲: ''صوفیہ کے مشائخ سختی کے وقت اپنے پیروں اور مریدوں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔''

(ایضاً بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج۴ ص ۲۸۹)

۳: ''اولیاء سے مدد مانگنا اور انھیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشئی مرغوب ہے۔'' (ایضاً بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج۴، ص ۳۰۰)

۴: ''سیّد احمد بدوی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، جسے کوئی حاجت ہو تو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر اپنی حاجت مانگے تو میں اس کی حاجت کو پورا کروں گا۔''

(انوار الانتباہ فی نداء یارسول اللہ بحوالہ مجموعہ رسائل رضویہ جلد اول صفحہ ۱۸۱)

۵: ''جو کوئی رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے، اس کا رنج وغم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے، تو وہ شدت رفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے، اس کی حاجت پوری ہوگی۔''

(برکات الاستمداد از بریلوی بحوالہ رسالہ رضویہ ج۱، ص ۱۸۱)

۶: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حاجت روائی خلق کے لیے خاص فرمایا ہے کہ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں۔''

(الامن والعلی از احمد رضا بریلوی ص: ۲۹)

۷: ''ہمارے شیخ سید عبد القادر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند ہو کر ہوا پر مستی فرماتے اور ارشاد کرتے: آفتاب طلوع نہیں کرتا، یہاں تک کہ مجھے سلام کرے۔ نیا سال جب آتا ہے، مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ نیا ہفتہ جب آتا ہے، مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ نیا دن جب آتا ہے، مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔'' (الامن والعلی از احمد رضا خان بریلوی، ص ۱۰۹)

۸: ''اولیاء کو قبر کی مکھی تو کیا، عالم پلٹ دینے کی طاقت ہے، مگر توجہ نہیں دیتے۔''

(جاء الحق از مفتی احمد یار گجراتی ص:۲۳)

۹: صرف حضورِ اکرم ﷺ ہی مالک کل اور مختارِ مطلق نہیں، بلکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام بھی ان خدائی صفات میں شریک ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''انبیائے کرام مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی روح پر تصرف کر سکتے ہیں اور ان کو اس قدر قدرت وقوت ہے کہ مخلوق کے ظاہر پر تصرف کر سکتے ہیں۔'' (ایضاً ص: ۱۹۵، ۱۹۶)

۱۰: ''اولیائے کرام ایک ہی جگہ رہ کر سارے عالم کو اپنے کف و دست کی طرح دیکھتے ہیں اور بعید وقریب کی آوازیں سنتے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرتے اور صدہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کر سکتے ہیں۔'' (ایضاً ص: ۱۳۸، ۱۳۹)

جائزہ:

دینِ اسلام میں توحید کا تصور یہ ہے کہ پوری مخلوق کا حاجت روا اور اس کے مصائب و مشکلات کو حل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی ساری کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مدبر و منتظم ہے۔ ساری طاقتیں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور ساری نعمتوں کا مالک وہی اکیلا ہے! اس لیے طلبِ حاجات میں صرف اسی کی طرف رجوع کیا جائے، صرف اسی کو پکارا جائے اور اسی کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کیا جائے۔ لیکن بریلوی حضرات نے اس کے بالکل برعکس، گویا الٹی گنگا بہا دی ہے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے امور کے اختیارات و تصرفات اپنے نیک اور مقرب بندوں کو عطا کر دیے ہیں، جس کی وجہ سے وہ مخلوق کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کر سکتے ہیں۔ اسی بناء پر یہ لوگ مصیبت کے وقت اپنے بزرگوں کو یاد کرتے، ان سے استغاثہ کرتے، ان کے سامنے دامن پھیلاتے، ان کی قبروں پر حاضر ہو کر ان سے اپنی حاجات طلب کرتے اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ان کے یہ بزرگ جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں محروم رکھیں۔ زندگی، موت، اولاد، رزق، شفاء، دستگیری، حاجت

روائی، مشکل کشائی، غرض یہ کہ تمام خدائی اختیارات ان کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ آہ، ﴿فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی یہ کس قدر سچی تصویر ہے کہ ''پھر رب العالمین کی ضرورت ہی کیا باقی رہ گئی ہے؟'' حقیقت یہ ہے کہ یہی عقائد کفار ومشرکین کے تھے اور انہی کی تردید کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے دن کا چین اور راتوں کا سکون ترک فرما دیا تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ .)) [1]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں، جب تک کہ وہ تنہا اللہ کے الٰہ ہونے کی گواہی نہ دیں۔''

اہل عقل وخرد سے اپیل ہے کہ وہ مذکورہ عقائد کا موازنہ درج ذیل ارشادات باری تعالیٰ سے کریں:

۱: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔''

۲: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ (الملک: ۱)

''اسی کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

۳: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (ھود: ٦)

''اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں، مگر اس کا رزق اللہ رب العزت کے ذمہ ہے۔''

۴: ﴿اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ (السباء: ٣٦)

''میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے، روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ١٢٤.

۵: ﴿ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (یٰس : ۸۳)

''اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تمھیں لوٹ کر جانا ہے۔''

۶: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ ﴾ (آل عمران : ۲۶)

''کہہ دیجیے کہ اے اللہ، بادشاہی کے مالک، تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

قرآن کریم نے انسانیت کو توحید سے آشنا کر کے اس پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے تیرہ سالہ مکی دور میں بالخصوص اس فکر کو لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کرتے رہے۔ اسلام نے انسانیت کو بندوں کی غلامی سے نجات دے کر اور ان طوق و سلاسل کو، جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان حائل ہوگئی تھیں، اتار پھینک کر براہِ راست اپنی چوکھٹ پر جھکا دیا...... مگر یہ حضرات ہیں کہ ان شکستہ زنجیروں کے ٹکڑوں کو اکٹھا کر کے انسان کو اپنے ہی جیسے انسان کا محتاج و گداگر بنانا چاہتے ہیں۔ وہ مخلوق کو مخلوق کی غلامی کا درس دینا چاہتے ہیں، کیا انسانیت کی اس سے بڑھ کر تذلیل بھی ممکن ہے؟...... تعجب ہے کہ یہ لوگ نہ صرف زبان سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اقرار کرتے ہیں، بلکہ نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، زکوٰۃ و خیرات ادا کرتے اور حج بھی کرتے ہیں...... لیکن ساتھ ہی ساتھ شرک بھی کرتے ہیں اور یوں ان تمام اعمال کو ضائع کر رہے ہیں...... افسوس، انھوں نے کس قدر خسارے کا سودا کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ ﴾

(الکھف : ۱۰۳ تا ۱۰۴)

''(اے نبی اکرم!) آپ ﷺ فرما دیجیے، کیا ہم تمھیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دیں جو اعمال کے لحاظ سے انتہائی خسارے کا شکار ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی دنیاوی زندگی کی محنت اکارت گئی! حالانکہ ان کا گمان یہ ہے کہ وہ بڑے اچھے کام کر رہے ہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَاۗءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴾ (الکھف: ۱۰۲)

''کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں کو ہمارے سوا (اپنا) کارساز بنائیں گے؟ ایسے کافروں کے لیے ہم نے جہنم کی مہمانی تیار کر رکھی ہے۔''

ان لوگوں کا وطیرہ یہ ہے کہ جب اللہ کی آیات کی روشنی میں انھیں ان کے غلط رویہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو کافروں والی آیات ہیں، مسلمانوں پر انھیں فٹ کرنا چہ معنی دارد؟ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ قرآنِ مجید کیا صرف کافروں کے لیے نازل ہوا تھا اور مسلمانوں کی راہنمائی کا اس میں کوئی سامان موجود نہیں؟ قرآن مجید ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ کافر لوگ قرآنِ مجید کو سن کر یہ کہہ دیا کرتے تھے:

﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ (الانفال: ۳۱)

''کہ یہ قرآن تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔''

اب اگر قرآنِ مجید میں یہ آیات موجود ہیں، اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ ''هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ'' یعنی ''متقیوں کے لیے ہدایت کا باعث'' بھی ہے، تو مذکورہ رویہ کی بجائے قرآنِ مجید کی قانونی حیثیت کے پیش نظر یہ کیوں نہ سوچا جائے کہ ہمیں قرآن مجید کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنے کے بعد جو داغ دھبہ نظر آئے، اسے مٹا دینا چاہیے۔ ہم کفار والے کام نہ کریں اور متقین کی صفات اپنائیں۔ قرآنِ مجید کو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں نہ سمجھیں، بلکہ اپنے

زخموں کا مداوا اس میں تلاش کریں۔ مثلاً قرآنِ مجید اگر ''غیر اللہ کو کارساز سمجھنا'' کافرانہ حرکت قرار دیتا ہے، تو ہم اس سے اجتناب کریں۔ اسی طرح قرآنِ مجید اگر ایسے شخص کو، جو غیر اللہ کو پکارتا ہے، انتہائی گمراہ قرار دیتا ہے، تو ہم اس گمراہی سے بچیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵ ﴾ (الاحقاف : ۵)

''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ایسے کو پکارے، جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور انھیں ان کے پکارنے کی خبر ہی نہ ہو۔''

حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجید نے توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں اتمامِ حجت فرمادی ہے۔ مزید آیاتِ قرآنی ملاحظہ ہوں:

﴿ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝۱۹۱ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝۱۹۲ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ۝۱۹۳ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۹۴ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَاۤ ؗ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ ؗ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ ؗ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝۱۹۵ اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۹۶ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝۱۹۷ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۱۹۸ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝۱۹۹ ﴾ (الاعراف : ۱۹۱ تا ۱۹۹)

''کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود ا پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو تمہارا کہا نہ مانیں، تمہارے لیے برابر ہے کہ تم ان کو بلاؤ یا چپکے رہو۔ (مشرکو) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری طرح بندے ہی ہیں (اچھا) تم ان کو پکارو، اگر سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں۔ بھلا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں، یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا کان ہیں جن سے سنیں؟ کہہ دیجیے کہ اپنے شریکوں کو بلالو اور میرے بارے میں جو تدبیر (کرنی ہو) کرو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو (پھر دیکھو کہ وہ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟) میرا مددگار تو اللہ ہی ہے، جس نے کتاب نازل فرمائی اور نیک لوگوں کا وہی دوستدار ہے اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ نہ تمہاری ہی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں اور اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو سن نہ سکیں۔ اور تم انھیں دیکھتے ہو کہ (بظاہر) آنکھیں کھولے تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں، مگر (فی الواقع) کچھ نہیں دیکھتے۔'' (ترجمہ فتح الحمید)

سورۂ یونس میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَھُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾ (یونس: ۲۲)

''وہی (اللہ) تو ہے جو تمھیں جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی

توفیق دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (کے نرم نرم جھونکوں) سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں، تو ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) لہروں میں گھر گئے تو اس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اس سے دعاء مانگنے لگتے ہیں کہ (اے اللہ) اگر تو ہمیں اس سے نجات بخشے تو ہم (تیرے) بہت ہی شکر گزار ہوں۔''

ہم اوپر بیان کر چکے کہ دورِ جاہلیت کے مشرکین جب کشتی میں سوار ہوتے تھے اور کشتی گرداب میں پھنس جاتی تھی تو وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور ان کی اصلی فطرت عود کر آتی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی صاحب تصرف اور مالک ومختار نہیں ہے۔ مگر ذرا آج کے مسلمانوں کی سوء الاعتقادی دیکھئے کہ سمندر میں ہوں یا خشکی کے کسی مقام پر، ہر جگہ غیر اللہ کو پکارتے اور ''عبدالحق، بیڑی میری بنے لا'' نیز ؎

بگردا بے بلا افتادِ کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

اور یا پھر ؎

امداد کن امداد کن
از بندِ غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن
یا شیخ عبد القادر!

کے وظیفے کرتے نظر آتے ہیں۔ انا للّٰہ وانّا الیہ راجعون.

حالانکہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال بیان فرمایا

ہے کہ:

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝۴۲﴾ (مریم : ٤٢)

”جب انھوں نے اپنے باپ سے کہا، ابا جان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنے، نہ دیکھے اور نہ آپ کے کچھ کام آ سکے؟“

نیز فرمایا:

﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝۴۸﴾ (مریم : ٤٨)

”اور میں تم لوگوں سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب ہی کو پکاروں گا، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔“

اسی طرح سیّدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے قید خانہ کے ساتھیوں سے فرمایا تھا:

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۳۹ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۰﴾ (یوسف : ٣٨ تا ٣٩)

”اے قید خانہ کے ساتھیو! بھلا کئی جدا جدا رب اچھے یا (ایک) اللہ یکتا و غالب؟ جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، وہ صرف نام ہی نام ہیں! جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں فرمائی! (سن رکھو کہ) اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ

نہیں جانتے۔“

اللہ رب العزت نے مشرکین پر یہ بات واضح فرمائی کہ جن بزرگوں کو یہ پوجتے ہیں، وہ تو خود مخلوق ہیں، خالق نہیں ہیں، مُردے ہیں، زندہ نہیں:

﴿وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝﴾

(النحل: ۲۰، ۲۱)

”اور اللہ کو چھوڑ کر جنھیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں۔ مردہ ہیں، زندہ نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ (قبروں سے) کب (زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے۔“

غیر اللہ کی انتہائی بے بسی کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝﴾

(الحج: ۷۳)

”لوگو، ایک مثال بیان کی جاتی ہے، اسے غور سے سنو جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے، اگرچہ اس کے لیے سب مجتمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو چھڑا نہ سکیں۔ طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود دونوں) گئے گزرے ہیں۔“

قارئین کرام! یہ آیات اپنے مفہوم میں کس قدر واضح ہیں، لیکن مفتی احمد یار فرماتے ہیں:

”اولیاء کو قبر کی مکھی تو کیا، عالم پلٹ دینے کی طاقت ہے، مگر توجہ نہیں دیتے۔“

خاتمۃ الکتاب

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگ کم علمی کی بنیاد پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مطلق طور پر شرک آ جانے کا اندیشہ نہیں ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا .)) [1]

''اللہ کی قسم! مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم لوگ شرک کرو گے، بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم لوگ دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے۔''

ازالہ:

اولاً:...... اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر شرک کا ارتکاب نہیں کرے گی۔ البتہ بعض افراد قبائل شرک کریں گے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَوْلُهُ: "مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا" أَيْ عَلَى مَجْمُوْعِكُمْ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ أَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى .)) [2]

''آپ ﷺ کے اس فرمان کہ: ''مجھے تمہارے متعلق شرک کا اندیشہ نہیں'' سے مراد یہ ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک نہیں ہو گے۔ کیونکہ امت مسلمہ میں سے بعض افراد و قبائل کی طرف سے شرک کا وقوع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔''

---

[1] صحيح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ١٣٤٤.

[2] فتح الباری: ٢١١/٣.

ثانیاً: ......سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ ''لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں دنیا میں رغبت کرو گے۔''

کیا سب لوگوں نے ہی ایک دوسرے کے مقابلہ میں دنیا کی رغبت کی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اہل بیت صحابہ کرام، سلف صالحین، محدثین اور اولیاء نے ہرگز دنیا کی رغبت میں مقابلہ نہیں کیا بلکہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے لہٰذا حدیث پاک کا معنی وہی لیا جائے گا جو اہل علم اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کیا ہے جو کہ سلف صالحین اور اہل السنہ کے منہج کے عین مطابق ہے۔

ثالثاً: ...... علامۃ ابوالعباس احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی شرح ارشاد الساری (۳/۴۴۰) اور علامہ بدر الدین عینی حنفی نے صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری (۸/۱۵۷) میں فتح الباری کے مصنف علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تائید کی ہے کہ مجموعی طور پر اُمت مسلمہ شرک میں مبتلا نہیں ہوگی۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رقمطراز ہیں:

''آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے، اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے یہ خوف نہیں کہ تم مجموعی طور پر مشرک ہو جاؤ گے۔''

رابعاً: ......سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن میں سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”لَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الْفَاقَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ نَاصِرُكُمْ وَمُعْطِيكُمْ .“...... ''مجھے تمہارے فقر و فاقہ پر خدشہ اور ڈر نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار اور رزق رساں ہے۔''[1]

اس حدیث پاک کا بھی وہی معنی لیا جائے گا جو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے شرک والی حدیث کا معنی لیا کہ اجتماعی طور پر اُمت مسلمہ فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگی۔ ورنہ جس

[1] صحیح سنن ترمذی، جلد نمبر۳، ص : ۳۳۰.

طرح دنیا میں لوگ امیر ترین ہیں اسی طرح فقر و فاقہ میں بھی افریقہ اور دوسرے ممالک میں لوگ مبتلا ہیں ان دونوں احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ جب کہ گمراہ لوگ اس کا غلط مطلب اپنے فرقے اور خواہش نفس کی بنا پر لے کر اُمت مسلمہ کے کچھ لوگوں کو معاف نہ ہونے والے گناہ شرک میں مبتلا کر کے بڑا گھناؤنا عمل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شر اور فتنہ سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔

قارئین اس کے علاوہ بھی کئی آیات و احادیث کے اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اُمت میں شرک آ سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَائِلَةً إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا .)) [1]

”ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول کی جاتی تھی۔ ہر نبی نے اپنی اس دعا میں جلدی کی اور میں نے دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے۔ ان شاء اللہ میری شفاعت اُمت میں سے ہر اس آدمی کو پہنچے گی جو اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔“

تشریح:...... اس حدیث پاک سے اُمت میں شرک کے وجود کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب حنین کی طرف نکلے تو ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے جسے ذاتِ انواط کہا جاتا تھا، مشرکین اس پر اسلحہ لٹکاتے تھے۔ چند نومسلم لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے گزارش کی کہ: ”جس طرح ان کے لیے ذاتِ انواط ہے ہمارے لیے بھی اسی قسم کا ذاتِ انواط بنا دیں، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[1] صحیح مسلم، رقم: ۳۳۸۔ شرح السنة، رقم: ۱۲۳۷۔ مسند أبوعوانة، رقم: ۹۰.

((اَللّٰہُ اَکْبَرُ ھٰذَا کَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِیْلَ اِجْعَلْ لَنَا إِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃً لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ .)) [1]

''اللہ اکبر! یہ تو اسی طرح ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کردیں جیسے اُن کے معبود ہیں، واقعی تم پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔''

تشریح:...... آج یہی اُمت محمدیہ میں مثالیں موجود ہیں کہ قبروں اور مزاروں پر سجدے کیے جاتے ہیں، نیازیں بانٹیں جاتی ہیں، مردوں سے حاجات طلب کی جاتی ہیں، کیا یہ توحید خالص ہے یا کہ شرکِ خالص؟

مزید برآں یہ کیسے ممکن تھا کہ زبان نبوت سے ''لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ'' الفاظ نکلیں یعنی کہ ''تم پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے'' اور پہلی قوموں نے شرک کیا ہو اور اس امت کے کچھ قبائل اور لوگ شرک نہ کریں، پہلی قوموں کے لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور پیروں کو خدا بنالیا ہو اور اس امت کے لوگ اپنے پیروں اور علماء کو خدا کا درجہ نہ دیں یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ کیونکہ یہ مخلوق میں سب سے اعلیٰ، افضل، شان میں سب سے بہتر اور سب سے سچے رسول ہاشمی کی پیش گوئی ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ پاکستان کی عدالت نے تو کلمہ، نماز، زکوٰۃ کو ظاہر طور پر ادا کرنے والوں کو بھی یعنی غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکاروں کو کافر قرار دیا ہے۔ جو بالکل صحیح اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ لہٰذا امت محمدیہ کا کفر و شرک میں مبتلا ہونا ممکن ہے۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ

[1] مسند حمیدی، رقم: ۸۴۸۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۱۸۰۔ مسند أحمد: ۲۱/۵۔ مصنف عبد الرزاق: ۳۶۹/۱۱۔ صحیح ابن حبان: ۲۴۸/۹.

ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَٰهًا وَٰحِدًا ﴾ (التوبة : ۳۱)

''انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علما کو اور پیروں کو خدا بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی، حالانکہ اُن کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں۔'' [1]

مولانا غلام رسول سعیدی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''قرآنِ مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ اللہ کے ارشاد کے مقابلے میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اور اس پر اصرار کرنا اُس دینی پیشوا کو خدا بنالینا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث کے مقابلے میں اپنے کسی دینی پیشوا کو ترجیح دینا اس کو رسول کا درجہ دینا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''لیکن اس زمانے میں ہم نے دیکھا، اگر کسی شخص کے دینی پیشوا کے قول کے خلاف قرآن اور حدیث کتنا ہی کیوں نہ پیش کیا جائے، وہ اپنے دینی پیشوا کے قول کے ساتھ چمٹا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن کی آیت اور یہ حدیث اُن کو معلوم نہ تھی؟...... اور وہ قرآن و حدیث کو تم سے زیادہ جاننے والے تھے۔''

تشریح:...... مولانا غلام رسول سعیدی کے قول کے مطابق آج بھی لوگ اپنے دینی رہنماؤں اور پیشواؤں کو ربّ بنائے ہوئے ہیں، انصاف کی نظر سے دیکھئے گا کہ کیا اللہ کے سوا کسی کو ربّ بنانا بھی شرکِ اکبر نہیں ہے؟

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتَّى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ .)) [2]

---

[1] ترجمہ تبیان القرآن از غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، کراچی۔

[2] صحیح سنن ابوداؤد: ۹/۲ـ۱۰، رقم: ۴۲۵۲ـ مسند أحمد: ۲۷۸/۵، ۲۸۴ـ مسند أبوداؤد طیالسی، رقم: ۹۹۱ـ مستدرك حاكم: ۴۴۸/۴ـ حاکم اور محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمت میں سے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں گے اور یہاں تک کہ میری اُمت کے کچھ قبائل بتوں کی پرستش کریں گے۔''

اور سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰى ذِي الْخَلَصَةِ وَذُوْالْخَلَصَةِ: طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ.)) [1]

''اُس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذی الخلصہ پر حرکت نہیں کریں گے۔ اور ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا جس کو وہ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔''

اگر عہد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں عبد اللہ بن اُبی جیسا منافق پیدا ہوسکتا ہے تو اُمت محمدیہ میں شرک بھی آ سکتا ہے۔

قارئین کرام! رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کو شرک سے متنبہ کیا، اور بعض کو نصیحت فرمائی کہ وہ شرک سے بچیں۔ مثلاً:

۱: سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ: تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، جلا دیا جائے تو پھر بھی شرک نہ کرنا۔

۲: سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ: تجھے قتل بھی کر دیا جائے تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

۳: سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مشرک نہیں، اللہ اس سے خوش

---

[1] صحيح بخارى، كتاب الفتن، رقم: ٧١١٦ـ صحيح مسلم، كتاب الفتن، رقم: ٢٩٠٦ـ مسند أحمد: ٢/ ٢٧١.

ہوتا ہے۔

۴: اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: تو اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

۵: سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:

((مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ .))

''جو اللہ سے اس حال میں ملا کہ وہ اس کے ساتھ کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو۔''

۶: اور سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:

((يَرْضَى لَكُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا .))

''اللہ تعالیٰ تجھ سے یہ چاہتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔''

۷: ((بَيْنَ الْعَبْدِ وَالْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ .))

''مومن بندے اور کافر، مشرک کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔''

۸: ((بَيْنَ الْعَبْدِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ .))

''مومن بندے اور مشرک کے درمیان فرق نماز سے ہے۔''

۹: ﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱﴾ (الروم : ۳۱)

''نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔''

۱۰: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ: جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے، اور محبت کرنے کے فتنہ شرک ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں شرک کی نو اقسام بیان کی ہیں:

(۱) سجدہ میں شرک۔ (۲) مدد مانگنے میں شرک۔ (۳) نظر ماننے میں شرک، (۴) نام

رکھنے میں شرک۔ (۵) اطاعت میں شرک (۶) کسی چیز کو حلال وحرام قرار دینے کی نسبت کے۔ (۷) ذبیحہ میں شرک۔ (۸) جانوروں کو آزاد چھوڑنا۔ (۹) قسم میں شرک۔ (۱۰) حج میں شرک۔ [1]

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ لوگوں کے لیے نصیحت وعبرت کا نشان ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک کا ارتکاب امت محمد ﷺ سے ممکن ہے۔

پس معلوم ہوا کہ قبل از قیامت امت مسلمہ میں بت پرستی اور شرک داخل ہوسکتا ہے اور ایسے لوگ مشرکین کہلانے کے حق دار ہیں۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾﴾

(یوسف : ۱۰٦)

''اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ مگر اس حالت میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔'' [2]

''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود بھی شرک ہی کرتے ہیں۔'' [3]

''اور ان میں سے اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔''

(احمد رضا)

فتویٰ شیخ ابن باز رحمہ اللہ:

سوال:...... کیا کوئی شخص زبان سے لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے بھی کافر ہوسکتا ہے؟

جواب: الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ والہ وصحبہٖ وبعدُ!

[1] البدور البازغه، ص: ۱۲۵.

[2] پیر محمد کرم شاہ، سجادہ نشین بھیرہ، ضیاء القرآن: ۴۶۲/۲۔

[3] غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی نمبر ۳۸، تبیان القرآن، ۵/۵۷۵۔

یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص لا الہ الا اللہ پڑھ رہا ہو اور اللہ کے ہاں وہ کافر ہو جس طرح وہ منافق ہوتا ہے جو زبان سے لا الہ الا اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اور دل میں اس پر ایمان نہیں رکھتا مثلاً عبد اللہ بن ابی سلول اور جیسے دوسرے افراد۔ وباللّٰہ التوفیق وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد والہٖ وصحبہٖ وسلم.

(فتویٰ اللجنة الدائمه سعودی عرب ٢٤/ ٤٦)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

> ”جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبور کی زیارت کرنے آتے ہیں اور انھیں پکارتے اور ان سے سوال کرنے کی غرض سے آتے ہیں یا اس لیے آتے ہیں کہ ان کی عبادت کریں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکاریں تو ایسے لوگ مشرک ہیں۔“ [1]

[1] الرد علی الاخنائی، ص: ٥٢ .

شرک سے بچاؤ کے لیے نسخہ

قارئین کرام آخر میں ہم شرک کی مہلک مرض سے بچاؤ کے لیے چند نسخے درج کر رہے ہیں تا کہ ہمارا فریضہ ادا ہو جائے اور سادہ لوح عوام ان نسخہ جات سے مستفید ہوتے ہوئے شرک سے بچ جائیں اور اپنے رب سے تعلق کو مضبوط کر کے آخرت کو بہتر کر سکیں۔ یاد رہے کہ یہ نسخہ جات پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تجویز کردہ ہیں۔ یہ نسخہ جات تجویز کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی امت کے لوگ شرک کے مہلک مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ **اعاذنا اللّٰہ منه.**

ا: فروہ بن نوفل اپنے والد نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی دعا سکھلا دیجیے جو میں بستر پر سوتے وقت پڑھا کروں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سکھایا کہ جب تم بستر پر جاؤ تو ﴿قُلْ يَآأَيُّهَا الْكٰفِرُونَ﴾ پڑھ کر سو جاؤ، اس سورت میں شرک سے براءت ہے۔ [1]

تشریح:...... افادۂ عام کی غرض سے یہ سورۃ بمعہ ترجمہ پیش خدمت قارئین ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ يَآأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ أَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ أَعْبُدُ ③ وَلَآ أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ أَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ أَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥﴾ (الکافرون)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے، اے کافرو! میں ان بتوں کی پوجا نہیں کرتا

[1] سنن أبوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ٥٠٥٥۔ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٤٠٣۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس اللہ کی پوجا کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم نے عبادت کی ہے۔ اور نہ تم اس اللہ کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔"

۲: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ .))

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ جان بوجھ کر تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں، اور میں اس چیز سے بھی تیری بخشش چاہتا ہوں کہ لاعلمی میں ایسا کر بیٹھوں۔"

دعا کا شانِ ورود:

سیّدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! تم لوگوں کے لیے شرک چیونٹی کی حرکت سے بھی زیادہ مخفی ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ شرک یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہرایا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بعض شرک چیونٹی کی حرکت سے بھی زیادہ مخفی ہوتے ہیں، کیوں نہ تمھیں ایسی دعا سکھلا دوں جو تم پڑھتے رہو تو چھوٹے یا بڑے شرک سے بچ سکو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مذکورہ دعا کی تعلیم دی۔ [1]

۳: کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللّٰہ" کا فہم کے ساتھ کثرت سے ورد بھی شرک سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

---

[1] الأدب المفرد ، رقم: ٧١٦ـ مسند أبو يعلى، رقم: ٥٨، ٦٠، ٦١ـ عمل اليوم والليلة لابن السنى، رقم: ٢٨٦.

فضیلت: ...... سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے ملے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔

((أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ .)) [1]

"(سنو!) میری شفاعت سے قیامت کے دن سب سے زیادہ فیض یاب وہ شخص ہوگا، جو سچے دل سے یا سچے جی سے "لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے گا۔"

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ!

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، رقم: ۹۹۔ مسند احمد: ۲/۳۷۳.

SELF TEST

قارئین ان سوالات کے جوابات دے کر اپنے آپ کو چیک کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب اُن کو کتنی ازبر ہے۔

سوال: ......سیّدنا ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کن قوموں کی طرف مبعوث ہوئے؟

جواب: ......صفحہ نمبر 20،21

سوال: ......سوقِ ذو المجاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اعلان فرمایا؟

جواب: ......صفحہ نمبر 21

سوال: ...... پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت پہلے کس چیز کی نصیحت فرمائی؟

جواب: ......صفحہ نمبر 22

سوال: ......اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی یاد کی خاطر کون سا وظیفہ سکھلایا؟

جواب: ......صفحہ نمبر 25

سوال: ......کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی شروط بتلائیں؟

جواب: ......صفحہ نمبر 25

سوال: ......کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' پر کاربند رہنے کے پانچ فوائد ذکر کریں۔

جواب: ......صفحہ نمبر 34

سوال: ...... پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روزِ محشر شفاعت ہر اس شخص کو نصیب ہوگی جس نے .... معبود نہیں۔ (خالی جگہ پر کریں)

جواب: ......صفحہ نمبر 41

سوال: ......کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کو ترک کرنے کے کم از کم تین نقصانات ذکر کریں۔

جواب: ......صفحہ نمبر 43

سوال: ......کن آیت کریمہ نے پیارے رسول ﷺ کو اپنے چچا ابوطالب کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے منع کر دیا گیا تھا؟

جواب: ......صفحہ نمبر 43

سوال: ......شرک کرنے سے سب اعمال برباد ہو جاتے ہیں، آیت کریمہ تحریر کریں۔

جواب: ......صفحہ نمبر 45

سوال: ......اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ آیت کریمہ تحریر کریں۔

جواب: ......صفحہ نمبر 49

سوال: ......لا الہ الا اللہ کی دعوتِ فکر کے لیے کوئی سی دو قرآنی مثالیں ذکر کریں۔

جواب: ......صفحہ نمبر 53

سوال: ......اللہ تعالیٰ نے کس پیغمبر کو بڑھاپے میں بانجھ بیوی سے اولاد عطا کی؟ نام بتائیں۔

جواب: 63

سوال: ......اصحابِ کہف کتنا عرصہ سوئے رہے؟ صحیح تعداد بتائیں۔

جواب: ......صفحہ نمبر 65

سوال: ...... ایک شخص سو سال تک سویا رہا، پھر اللہ نے اسے زندہ کر کے پوچھا کہ کتنی دیر سوئے رہے تو اس نے جو جواب دیا تحریر کریں؟

جواب: ......صفحہ نمبر 70

سوال: ......سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور درخت قلم بن جائیں تو رب کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے۔ دلیل کے طور پر قرآنی آیت تحریر کریں۔

جواب: ......صفحہ نمبر 81

سوال: ...... ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ

کریں اور بتائیں کہ اس آیت میں مخاطب کون لوگ ہیں؟

جواب:......صفحہ نمبر 83

سوال:......قوم نوح کے معبودانِ باطلہ کے نام تحریر کریں۔

جواب:......صفحہ نمبر 84

سوال:...... ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾(الزمر: ٦٥)

آیت کا ترجمہ کریں، نیز بتلائیں کہ اس آیت کریمہ میں کون سے پیغمبر مخاطب ہیں؟

جواب:......صفحہ نمبر 94

سوال:......کسی شادی کے موقع پر کچھ بچیوں نے یہ کہا کہ ہم میں ایسے نبی ہیں جو غیب کی خبریں جانتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے کیا جواب فرمایا؟ عربی یا اردو میں تحریر کریں۔

جواب:......صفحہ نمبر 97

سوال:...... وفات النبی ﷺ پر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ خطبہ تحریر کریں۔ عربی یا اردو میں۔

جواب:......صفحہ نمبر 99

سوال:......امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شجرۃ الرضوان کیوں کٹوایا تھا، وجہ تحریر کریں۔

جواب:......صفحہ نمبر 100

سوال:......سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوالھیاج اسدی رحمہ اللہ کو کیا حکم دیا تھا؟ بیان کریں۔

جواب:......صفحہ نمبر 100

سوال:...... رسول اللہ ﷺ کو معراج کے موقع پر عطا کردہ تحفوں میں سے ایک تحفہ کا نام بتائیں۔

جواب:......صفحہ نمبر 101

سوال:......کوئی ایسی آیت کریمہ تحریر کریں جس سے پتا چلے کہ سب انبیاء کرام، اولیاء کرام

اور سب لوگ صرف اور صرف ایک اللہ کے ہاں فقیر ہیں۔

جواب:......صفحہ نمبر 126

سوال:......حدیث قدسی مکمل کریں۔

''ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہوجا، میں تیرے دل کو غنی سے اور ہاتھوں کو رزق سے بھردوں گا۔ اے ابن آدم ....

جواب:......صفحہ نمبر 136

سوال:...... ((اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ .))اس عظیم دعا کا ترجمہ اور فضیلت بیان کریں۔

جواب:......صفحہ نمبر 140

سوال:......سیّدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ کو تعظیمی سجدہ کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں کیا حکم فرمایا، بیان کریں؟

جواب:......صفحہ نمبر 146

سوال:......قبر نبوی ﷺ کی طرف رُخ کرکے دعا کرنا کیسا ہے، امام ابوحنیفہ کا موقف بیان کریں۔

جواب:......صفحہ نمبر 178

سوال:...... ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ'' مشکلات کے وقت کس کس پیغمبر نے اپنا حرزِ جاں بنایا۔ ان کے نام لکھیں۔

جواب:......صفحہ نمبر 183

سوال: ﴿ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾ (الکھف:۲۳، ۲۴) آیت کا ترجمہ اور پس منظر لکھیں۔

جواب:......صفحہ نمبر 186

سوال:......پیغمبر علیہ السلام کے دندان مبارک کس غزوہ میں شہید کر دیے گئے؟ نام بتائیں۔

جواب:......صفحہ نمبر 202

سوال:......ان پانچ چیزوں کے نام بتائیں، جنہیں مفاتیح الغیب کہا گیا ہے، کہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی نبی، پیغمبر، ولی اور شہید کے پاس بھی نہیں۔

جواب:......صفحہ نمبر 212

سوال:...... جو شخص کسی نجومی، کاہن کے پاس جا کر باتیں پوچھے تو اس کے متعلق نبی ﷺ نے کیا وعید سنائی؟

جواب:......صفحہ نمبر 221، 222

سوال:...... اُمت محمدیہ میں شرک آ سکتا ہے، دلیل کے طور پر ایک آیت اور ایک حدیث بیان کریں۔

جواب:......صفحہ نمبر 257، 259

سوال:......شرک سے بچنے کے لیے ایک دعا تحریر کریں۔

جواب:......صفحہ نمبر 261، 263